ماہ مئی سنہ ۱۹۷۶ء

DELHI

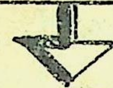
Y-1976

صفحہ	
۲	اندھی
۳	
۶	
۷	



rice Rs. 2-75

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک





بابت ماہ مئی ۱۹۷۶ء
قیمت فی پرچہ 2/75 روپے
سالانہ چندہ -/28 روپے
وی۔ پی منگوانے پر -/3 روپیہ زائد
اسی چندہ میں سالانہ یوگ انک قیمت -/15 روپیہ
اور
بالمیکی راماین اردو حصہ اول -/11 روپے
مفت دیئے جائینگے۔

— غیر ممالک سے —
سالانہ چندہ بذریعہ بحری ڈاک -/100 روپے
" ہوائی ڈاک -/150 روپے

چیف ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ
سمپادک
برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے ہی پرنٹنگ پریس گلی سوداگراں بازار بلی ماراں دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ "اوم" اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا۔

فقیروں کی خدمت

شری ۱۰۸ سوامی پری پورنا نند جی مہاراج پورن کیلاش آشرم رشی کیش

قضا کو روک دیتی ہے دعا روشن ضمیروں کی
سدا مسرور رہتا ہے جو خدمتگار ہوتا ہے
قدم میں پاک عارف کے ہیں سر جھکتے شہنشاہوں
یہ ہیں روشن ضمیری کے معدن۔ بارش رحمت
بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ انہی کی نظر رحمت سے
اُکھڑ جاتے ہیں جڑ سے سب خودی کے درخت سر بالا
ہزاروں کعبہ ہوں پیدا قدم رکھتے جہاں عارف
غلط کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔ عارف کام کرتا ہے

بھلا منظور ہے اپنا تو کر خدمت فقیروں کی
کرو خدمت کٹے گی ہونی کی بیڑی زنجیروں کی
صدق دل سے کرو خدمت تم ان اصلی امیروں کی
جب آئیں موج میں بارش کریں رحمت کے ہیروں کی
نگہ حق بیں بنائی خاک پا ہے ان فقیروں کی
ہے آتی موج میں جب کہ ندی انکے وطیروں کی
پلید ہوتی ہے مٹی تو زن و زر کے اسیروں کی
بھلا ہستی ہی کیا ہوتی ہے پانی پر لکیروں کی

مئے توحید سے سرشار رہتے ہیں سدا پورن
بیاں میں آ نہیں سکتی خماری ان فقیروں کی

من کی چنچلتا
اور
اسکو وش کرنیکے سادھن

من بہت چنچل ہے۔ یہ شکایت "تقریباً" ہر ایک جگیاسو کو دامنگیر ہے یہاں تک کہ بھگوان کرشن کا انینہ بھگت ارجن بھی کہتا ہے۔ کہ من بڑا چنچل ہے۔ ہوا کو مٹھی میں بند کرنا تو آسان ہے۔ لیکن من کو قابو میں کرنا بہت مشکل ہے بھگوان نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ واقعی یہ من بڑا چنچل ہے۔ لیکن ایسی بات نہیں۔ کہ اِس کو قابو کرنا ناممکن ہے۔ اگر انسان ابھیاس اور ویراگ کی ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ من وش میں نہ ہو۔

جو لوگ ابھیاس اور ویراگ روپی سادھن۔ مہاتما لوگوں کی سنگت اور ست شاستر کا وچار ہمیشہ رکھتے ہیں۔ وہ ضرور اِس من کو وش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کے لئے یہ دُکھدائی سنسار بھی امرت روپ اور سُکھدائی ہو جاتا ہے۔ وہ دُنیا کے کام کاج کرتے ہوئے بھی اِس میں نہیں پھنستے۔ اُن کو پھر اِس من کو قابو کرنے کے لئے جنگلوں میں بھاگنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ شہروں میں رہتے ہوئے بھی ایکانت کا لُطف اُٹھا سکتے ہیں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگر دِل گرفتارِ ہے مخمصوں میں تو جنگل بھی بازار سے کم نہیں ہے
اگر تیرے دِل کو ہے یکسوئی حاصل۔ تو بازار میں بھی تو خلوت نشیں ہے

جو گیانی پُرش اصلیت کے راز کو سمجھ گئے ہیں۔ وہ دُنیا میں رہتے ہوئے اور دُنیا

سے تعلق رکھتے ہوئے بھی دُنیا سے کنارہ کش ہی سمجھنے چاہئیں۔ پانی میں کنول پھول ہر وقت رہتا ہے لیکن پانی کا اثر اُس پر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی گیانی اور وچار وان پُرش راگ دویش سے اپنے من کو خراب نہیں ہونے دیتے۔ وچار وان پُرش قدرت کی گود میں سدا رہتے ہیں۔ وہ دیگر لوگوں کی طرح کار وِوہار کرتے اور اُن کی طرح ہی کھاتے پیتے نظر آتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ کرتا بھوگتا دونو اُپادھیوں سے رہت ہیں۔ وہ پرماتما کی اِچھا یا سنکلپ کو ہی اپنا سنکلپ سمجھتے ہوئے اپنے اندر ایشور کو ہی کام کرتے ہوئے تصور کرتے ہیں۔ اُن کا اپنا کوئی وشیش سنکلپ نہیں ہوتا۔ اِس لئے اُن کو دیگر سنسارک لوگوں کی طرح بھٹکنا نہیں ہوتی۔ وہ شریر کو اِس کی پرارَبدھ پر چھوڑ کر خود ہر حال میں شاکر رہتے ہیں۔ اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ قدرت بھی اُن کے سب انتظام دُنیا داروں سے بہتر کرتی ہے۔ وہ ست کام اور ست سنکلپ ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ؎

اجگر کریں نہ چاکری پنچھی کریں نہ کام
داس ملوکا کہہ گئے سب کے داتا رام

چونکہ اِن کے اندر کوئی کامنا یا خواہش یا تمنّا نہیں ہوتی۔ اِس لئے اِن کا من شانت رہتا ہے۔

جو سُکھ ہے اِچھا کے تیاگے۔ سو سُکھ نہیں ہمالہ بھاگے

دائمی پونترتا، من کی چنچلتا اور سچی آزادی حاصل کرنے کے لئے دنیاوی کسی بھی پدارتھ کی خواہش نہیں ہونی چاہیئے ؎

چاہ مٹی چنتا گئی منوا بے پرواہ
جس کو کچھو نہ چاہیئے سوئی شہنشاہ

اِس من کے اندر کئی جنم جنمانتروں کے شُبھ اور اَشُبھ۔ یعنی پُنیہ پاپ کے سنسکار موجود ہیں۔ جب پُنیہ کرموں کے سنسکار جاگتے ہیں۔ تو انسان دھرم کرم گیان وچار۔ اور سچائی (آتم گیان) کی پراپتی کے لئے کوشاں ہو جاتا ہے۔ لیکن جب پاپ کرموں کے سنسکار نمودار ہوتے ہیں۔ تو انسان پاپ کرموں میں پرورت ہو جاتا ہے۔ اور اُس کے من پر راگ دویش۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ قبضہ کر لیتے ہیں۔ من چونکہ مایا کا پُتلا ہے اِس لئے یہ کام کرودھ اور لوبھ وغیرہ کی طرف فوراً پھسل جاتا ہے۔ بھکتی گیان اور ست سنگ کی طرف یہ راغب ہی نہیں ہوتا۔ لیکن جیسے جیسے یہ دُنیا میں پھنستا ہے

اِس کی چنچلتا بھی بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کو شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ اور اشانتی کو دُور کرنے کے لئے یہ شراب۔ بھنگ۔ چرس۔ سگریٹ وغیرہ استعمال کرتا ہے۔ نیند کی گولیاں کھاتا ہے۔ تاش اور شطرنج میں من کو لگاتا ہے۔ اور اپنا قیمتی سمے برباد کرتا ہے۔

काव्य शास्त्र विनोदेन कालो गच्छति धीमताम्।
व्यसनेन च मूर्खाणां निद्रया कलहेन वा॥

بدھیمان پُرشوں کا وقت تو ست شاستروں کے پڑھنے میں گزرتا ہے۔ لیکن مورکھوں (سنساری لوگوں) کا وقت نیند۔ کام اور وبیچاروں میں گذرتا ہے۔ وہ سینما میں جاکر کام اور کرودھ کو بڑھانے والی فلموں کو دیکھنے اور کلبوں میں جاکر اپنی واسناؤں کو شانت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

منش کو چاہیئے۔ کہ من کو اس غلط راستے سے روکے اور اس کو ست سنگ مہاپُرشوں کی سیوا۔ اور ست شاستر۔ (گیتا اُپنشد برہم سوتر وغیرہ) پڑھنے کی طرف راغب کرے ورنہ اِس کا یہ قیمتی اور لاجواب منش جنم برباد ہو جاویگا۔ اور یہ چوراسی لاکھ یونیوں کے چکر میں پھنس کر کروڑہا سال نرک کا دُکھ بھوگے گا ؎

مانس جنم کی موج ہے۔ ملے نہ بارمبار

سوامی جی نے گوبند پرکاش میں منش ماتر کو ہدایت فرمائی ہے ؎

پیارے جان منش دا جنم اوکھا　　اینویں ایس نُوں ناہیں گنواونا میتر
بڑے پُنیہ جب جیو دے جمع ہوون　　ملے جنم منش دا آ میتر
انگ انگ دے ول دھیان کرکداں　　اک انگ دا مُل نتے پا میتر
لکھ خرچیاں انگ نہ اک ملدا　　بھاویں بچھ سوداگراں جا میتر

جو لوگ اِس منش شریر اور نر دیہی کی قدر و قیمت جانتے ہیں۔ وہ تو سدا ہی نیک اعمال کرتے ہیں۔ پاپ کرموں سے بچتے ہیں۔ پرماتما کا بھجن کرتے ہیں۔ اپنے من کو مَل۔ وکھشیپ اور آورن دوشوں سے رہت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جو لوگ مایا موہ میں اور راگ دویش میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور سنسار کو ست سمجھ کر کھاؤ۔ پیو اور موج اُڑاؤ۔ کے سدھانت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ انکو موت یاد نہیں ہے اور اگر یاد بھی ہے۔ تو اُنکا عقیدہ ہے۔ کہ موت کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔ یا موت کے بعد ہمیں سُکھ اور شانتی ملے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

مقامِ عبرت

از قلم گوسائیں وِشن ناتھ جی راجپوره ٹاؤن

خاک سے پیدا ہُوا پھر خاک میں مِل جائیگا
اس جہاں میں جو ہُوا پیدا فنا ہو جائیگا

میرا تیرا اپنا بیگانہ یہ کہنا ہے عبث
وقت رحلت ہر کوئی تب بے وفا ہو جائیگا

دُنیا کے جو جو مزے ہیں موت دیگی سب بُھلا
زندگی کا لُطف آخر کر کرا ہو جائیگا

بیوی بچوں کی جو اتنی تجھکو اُلفت ہے بنی
موت آئیگی تو سب سے تو وِداع ہو جائیگا

جب تلک تُوں زندہ ہے دُنیا کو لگتا ہے عزیز
مرگیا تو لاشہ تیرا اِک بلا ہو جائیگا

اِک خُدا کے ماسوا سب ہو لگن جھوٹی وِشن
کو پربھو سے پریم ہر دم جیون سپھل ہو جائیگا

سوامی رام

مستقل مزاجی کا مجسمہ

تمام خوشی کا سرچشمہ ہمارے اندر ہی موجود ہے۔ اندرونی حالت کے ٹھیک ٹھیک نشوونما پائے کے بغیر ہم کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ اور گیان میں باقاعدہ طور پہ ترقی کرنے کے بغیر ہم بہبودی یا امن کے راستے پر جم کر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ہم چاہتے تو ہیں۔ کہ ہماری اندرونی زندگی سدھر جائے اور وسیع آزادی نصیب ہو۔ لیکن ہمارا یہ مصمم ارادہ نہیں ہوتا۔ اِس لیے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ہم اپنے حالات کی شکایت کرتے ہیں۔ قسمت یا تقدیر کو کوستے ہیں۔ اپنے والدین اپنی استری۔ اپنے حاکم یا غیر مقصف طاقتوں پر الزام لگاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس گیان مارگ پر چلنے کا مصمم ارادہ کریں اپنے نفس کو خوب قابو کر کے اپنی تمام دلی کمزوریوں۔ اور اپنی اندرونی اور روحانی قوتوں کو منکشف ہونے دیں۔ تو ہمارے لئے ترقی کا میدان کھلا ہے پست ہمت وہ ہیں۔ راہِ شوق میں جو رہ گئے۔ حوصلے والے کے آگے دُور کچھ منزل نہیں۔ ہم میں وہ اعتقاد اور شردھا نہیں جو تمام ترقی کی بنا ہے جس کائنات میں ہر ایک شے قانون کے مطابق ظہور میں آتی ہے وہاں پریشانی کو گلہ وشکوہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ہم اپنے ہی خیالات سے زیادہ تاریکی اور جہالت میں پھنس رہے ہیں۔ ورنہ اُس قدرت کا ملہ میں دُکھ کا نام ونشان نہیں۔ رام نے کیا خوب کہا ہے ؎

خنجر کی کیا مجال کہ اِک زخم کر سکے
تیرا ہی ہے خیال کہ گھائل ہوا ہے تو

ہمیں چاہیئے کہ ہم سوامی رام کی زندگی سے سبق حاصل کریں اُن کا ایک معمولی براہمن گھرانے میں پیدا ہونا ایامِ طفلی میں ہی ماتا کی گود سے جدا ہو جانا اور شریر کا لاغر اور کمزور ہونا سب حالات متضاد ہونے کے باوجود انہوں نے ہمارے سامنے ایک اعلےٰ مثال پیش کی ہے کہ خواہ انسان کے حالات کیسے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ وہ اپنی ہمت اور مستقل مزاجی سے کارہائے نمایاں کر سکتا ہے۔ اپنی بیرونی زندگی میں عجب کی تبدیلیاں پیدا کر سکتا ہے اور انسانی مقصد یعنے گیان کی پراپتی میں ہر قسم کی روکاوٹوں کو رفع کر سکتا ہے۔

سوامی رام اپنی دُھن کے پکے اور مستقل مزاج تھے۔ جو اُلجھن سامنے آتی اُسے دُور کئے بغیر انہیں چین ہی نہ آتا تھا۔ وہ مصیبتوں اور دکھوں کو اس طرح عبور کرتے تھے۔ جیسے شیر اپنی

چھاتی کے بل دریا کو سیدھا ہی تیر کر پار کرتا ہے - اُن کی زندگی میں ہزاروں تکلیفیں آئیں - لیکن اُن کی زبان سے کبھی کسی نے شکائیت نہ سُنی اور چہرہ پر کبھی ملال نہ دیکھا - اُن کی نگاہ میں دُنیاوی جاہ و حشمت کچھ قیمت نہ رکھتی تھی - وہ تو آتم آنند کے حصول کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے - اور اسی آتم ودیا کا پرچار ان کی نگاہ میں ایک بڑا مقدس سے مقدس کام تھا - اُن کا یہ فرمان تھا - !

اوروں کو بُرا بھلا کہنا یا الزام لگانا چھوڑ دو اور اپنے پر الزام لگاؤ - یہ دیکھو کہ تمہارا ہر ایک کام خواہش یا خیال پاکیزہ نیک اور بالکل بے عیب ہو - افلاس یا کوئی اور ناپسندیدہ صورت ہماری اندرونی صورتوں کا عکس ہیں - اور انہی کی وجہ سے یہ بیرونی حالتیں یا صورتیں ہم پر طاری ہیں - لہٰذا ہمیں اپنے خود غرضانہ خیالات کی بیخ کُنی کرنی لازم ہے - خودی اور لذات دنیوی پر غالب آنے سے - دل سے کرودھ کی گہری جمی ہوئی جڑ کو اکھاڑنے سے اور آتمہ کرن میں جو جنگ و جدال مچی ہوئی ہے - اس کو مٹانے سے پرم شانتی کی پراپتی ہوتی ہے - اگر تم لازوال روشنی اور پرمانند کو حاصل کرنا چاہتے ہو - اپنے گناہوں - اپنے رنج و فکر اور پریشانیوں سے نکلنا چاہتے ہو - اگر تم سب دُکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی یعنی مکتی کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے پر فتح حاصل کرو - ہر ایک خیال اور ہر ایک خواہش کو اپنی اندرونی طاقت ایزدی کا مطیع بناؤ - امن یا شانتی حاصل کرنے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں - اور اگر تم اُس طریق پر چلنے سے انکار کرو - تو تم چاہے جتنی دعائیں مانگو - اور کتنا ہی مذہبی رسموں کی پابندی کرو - یہ سب بے سُود اور نشپھل ہونگی - جو شخص اپنی خواہشوں کو بس میں کر لیتا ہے - اور جس شخص کی لوک یہ لوک کسی قسم کی کوئی خواہش نہیں رہتی - وہ ہی گیان کو پراپت کرتا ہوا پرم شانتی کو حاصل کرتا ہے -

سوامی جی کے مفصلہ ذیل عملی سدھانت درج کئے جاتے ہیں جن پر عمل کرنا جگیاسُو پرشوں کے لئے از حد مفید ہوگا -

---

۱ - ہمیشہ کام میں لگے رہو - خالی بیٹھنا موت ہے -

۲ - جسم کو تندرست و چُست و چالاک بنائے رکھو - اس کے غلام مت بنو - اسے اپنا غلام بناؤ -

۳ - جو کام کرو - اس میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ - اپنے جسم و فائدہ کا خیال چھوڑ دو -

۴ - سب کے ساتھ محبت و اخلاق سے برتنے سے ہر کام سپھل ہو جاتا ہے -

۵ - بیدھڑک ہو کر کام کرو - پھر کوئی نقصان نہ ہوگا - اپنے اُوپر بھروسہ کرو - ایشور تمہاری مدد کریگا -

۶ - طبیعت میں میلے خیالات کبھی نہ آنے دو - خودی کو دُور کرو - جو کچھ ہے - سو تم ہی ہو -

۷ - موکھش کسی غیر معمولی چیز کا پانا نہیں - تمہارے اندر ہی موکھش ہے خواہشوں کے پنجرے کو توڑ دو - تم اننت پُورن برہم ہو - اپنے پرکاش سے چمکو -

'اوم شانتی'

مہرشی پتنجلی کا

اشٹانگ یوگ

مترجم منشی سورج نارائن مہر

(مسلسل)

قسط سوئم

دو نیم یعنی صفا اور قناعت بیان ہو چکے ہیں - اب تیسرے نیم کو لیجئے - یہ تپ ہے جو عہد کر کے کرنی چاہئے - تپ کے معنی کیا عوام الناس اور کیا تعلیم یافتہ لوگوں میں بالعموم ایسی ریاضتوں کے لیے جانتے ہیں جن سے جسم انسانی کو اذیت پہنچے - مثلاً گرمی میں پنچ اگنی تپنا - جاڑے میں دریا یا تالاب کے ٹھنڈے پانی میں کھڑے رہنا - ایک ہاتھ بلند رکھ کر سکھا دینا - ایک ٹانگ کے بل کھڑے رہنا - کیلو نکے پلنگ پر پڑے رہنا وغیرہ وغیرہ - ناظرین کی نظر سے گیروے کپڑے پہننے والے سادھو گذرے ہونگے جو اس قسم کی تپ جسم کی تکلیف دہی کی غرض سے کیا کرتے ہیں - اور تیرتھوں کے مقام پر پرب کے دنوں میں ملا کرتے ہیں - یہ ہٹ یوگ کرنے والوں کی تپیں ہیں -

کیا ان لوگوں کے دلوں میں اور کیا اُن پر اعتقاد رکھنے والے بھولے بھالے سیدھے سادے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم باطل بیٹھا ہؤا ہے کہ اسطرح جسم کی ایذا رسانی سے آدمی کو سِدّھیاں اور شکتیاں بہم پہنچتی ہیں اور آخر کار وہ سِدّھ ہو جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ میلوں میں ان لوگوں کے گرد و پیش زن و مرد کا ہجوم ہوتا ہے - کوئی روپے پیسے چڑھاتا ہے - کوئی پھل مٹھائیاں اور پکوان لے جاتا ہے - اسی سے دانا لوگوں کو شک ہوا کرتا ہے کہ یہاں کچھ دال میں کالا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ہٹ یوگ کرنے والے سب ہی جھوٹے ہوا کرتے ہیں - ممکن ہے کہ ان میں سے بعض صدق عقیدت اور دلی ارادت سے یہ مشقت رسال تپیں کرتے ہوں اور آدمی چونکہ اعتقاد کا پُتلا ہے - انہیں پھل بھی ملتا ہو - مگر یہ میلوں تماشوں کی نمائش اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ تپ دُنیا دکھاوے کی تپ ہے اور روٹی کمانے ہی کا ایک طریقہ ہے - جو اور طریقوں سے چونکہ بہت مختلف ہے - اس واسطے لوگوں کو تپ کرنے والے کی طرف کھینچتا ہے اور وہ آسانی سے تھوڑے عرصے میں بہت سا روپیہ کما سکتا ہے ؛

ان دکانداروں سے قطع نظر کی جائے - اور ان لوگوں کو لیا جائے - جو دکھاوے اور روٹی کمانے کی غرض سے نہیں بلکہ صدق عقیدت سے اس قسم کی تپیں کرتے ہیں - تو بھی عقل تسلیم نہیں کر سکتی کہ جس عمل سے جسم کو تکلیف دی جا رہی ہے وہ دھیان جمانے کا ذریعہ و وسیلہ بن سکتا ہے - جب جسم کو تکلیف ہے تو بزرگی اس تکلیف پر جائیگی دھیان کیونکر جم سکتا ہے - مانا کہ مشق پیہم سے یہ تکلیف کم بے شک ہو جائیگی - مگر رہیگی

ضرور - ابھیاس کے وقت کم سہی اور وقتوں میں زیادہ ہوگی - اور یہی ترقی کا وسیلہ بننے کی بجائے اُلٹی رکاوٹ ثابت ہوگی - اسی واسطے سمجھدار لوگ اس طرح کی تپ نہیں کیا کرتے بلکہ انہیں دکانداروں یا ضدی ہٹیلے لوگوں پر چھوڑتے ہیں - نہ راج یوگ میں جسکی تعلیم بھگوان پتنجلی دیتے ہیں - نہ شریمد بھگوت گیتا میں جہاں بھگوان کرشن یوگ اور تپ کا مضمون اُٹھاتے ہیں - ان تپوں کی تعریف کی گئی ہے - گیتا میں تو اُلٹی انکی مذمّت کی گئی ہے تاکہ لوگ ایسا کرنے میں تضیع اوقات نہ کریں - بھگوان کرشن تپ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

جسکا ہے جہالت پہ عقیدہ مبنی - اور کرتا ہے تپ جسمیں ہے دُکھ اسکو ہی
یا اوروں کی آزار رسانی ہے غرض - یہ تپ ہے تامسی یہاں کہلاتی

مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسا تپ کرتا ہے جسمیں اُس کے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اور کرنے کی غرض یہ ہے کہ خود اُس کو خود غرضی سے کچھ سدھی حاصل ہو جائے یا اسکے دشمنوں کو نقصان پہنچے تو یہ تپ تامسی ہے اور اس کا کرنے والا جاہل ہے نہ کہ سمجھدار اور دانا آدمی - انہیں لوگوں کو بھگوان آسُری سمپت والے یعنی شیطان طینت بتاتے ہیں - چنانچہ فرماتے ہیں -

کرتے ہیں سخت تپ یہاں جو ایسی - ذکر اسکا شاستر میں دیکھا نہ کبھی
پھنسکر دام خودی و مکاری میں - اور حرص و ہوا کے بس میں آکر اپنی

بے حس سب عنصروں کو بھی اور مجھے - دایم جو رہا کرتے ہیں اندر ان کے
پہنچاتے رہتے ہیں سخت تکلیفیں - شیطانی ہیں عقاید انکے سارے

غرض یہ ہٹ یوگ کی تپ جس میں پانچ عناصر سے بنا ہُوا جسم بھی کُلفت اُٹھاتا ہے اور جتین آتما بھی جو کرشن یا برہم روپ ہے تکلیف محسوس کرتا ہے - اختیار کرنے لائق نہیں ہے - یہی حال راجسی تپ کا ہے جو دنیا دکھاوے اور نام و شہرت کی غرض سے کی جاتی ہے - چونکہ اس کی غرض آتم اُنتی نہیں ہے - بلکہ کچھ اور ہے اس واسطے یہ تپ بھی نہیں ہے - بھگوان اس کی نسبت فرماتے ہیں :-

عزّت کی نظر سے یا بڑائی کے لئے - کی جاتی ہے تپ جو نِری مکاری سے
سچی نہیں جو اور نہیں جس کو قرار - دنیا میں ہیں راجسی تپ اسکو کہتے

اب سوال یہ اُٹھتا ہے کہ پھر وہ کونسی تپ ہے جسے عہد کر کے کرنا چاہئے - اس کے کیا اوصاف ہیں - اور کیا فوائد ہیں - اوّل تپ کے معنی سمجھو کہ تپ چیز کیا ہے - پھر اس کا فائدہ ذہن نشین ہوگا - اور کرنے کے طریقے ذہن میں بیٹھینگے - تپ اُس عمل کو کہتے ہیں جس سے آدمی کو متضاد جوڑے یعنی دکھ سُکھ - گرمی و سردی وغیرہ وغیرہ سہنے کی عادت پڑے - آدمی اُن سے گھبرا نہ جائے - بلکہ اُن کے ہوتے ہوئے بھی اپنے کام یعنی دھیان

وغیرہ میں مصروف رہے۔ تپ کی یہ ماہیت ہے اور یہ غرض ہے۔ ہٹ یوگیوں نے اس کو انتہا پر پہنچا دیا ہے۔ اس سبب سے تپ کے اصلی فائدے سے محروم رہتے ہیں اور نقطی پابندی سے صرف تکلیف ہی تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ کسی درجے پر پہنچنے نہیں پاتے۔ اس کے برعکس تپ تو وہ اعلےٰ درجے کا عمل ہے جس سے آدمی فضائل اخلاقی میں بتدریج ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر کو ایسے درجوں پر پہنچتا ہے جو سب سے اونچے ہیں۔ مہاراج تلسی داس تپ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں :-

سب کے من کو یہ مت بھاوا ـ تپ سُکھ پر دُوکھ دوش نشاوا
تپ بل رچے پرپنچ بدھاتا ـ تپ بل وشنو سکل جگ تراتا
تپ بل شمبھو کرہیں سنگھارا ـ تپ بل شیش دھرہیں مہی بھارا
تپ آدھار سب سرشٹی بھوانی ـ کرہو جاے تپ اس جیے جانی

اس کا مطلب یہ ہے کہ تپ سُکھ کے دینے والی اور دُکھ کے ناش کرنے والی چیز ہے تپ کے بل سے برہما جی جگت رچتے ہیں۔ تپ کے بل سے وِشنو مہاراج جگت کا پالن کرتے ہیں۔ تپ کے بل سے شِو جی جگت کا سنگھار یا ناش کرتے ہیں۔ تپ کے بل سے شیش ناگ زمین کے بھاری بوجھ کو سہارے ہوئے ہیں۔ غرض تپ وہ چیز ہے۔ کہ اسی کے سہارے تمام کائنات قایم ہے۔ اس واسطے تپ کرنا چاہئے :-

مگر کون سی تپ کرنی چاہئے اور کس طرح کرنی چاہئے ؟ تامسی تپ جس میں ضد اور ہٹ یا اوروں کی مضرت رسانی کی غرض سے جسم کو تکلیف دی جاتی ہے اور راجسی تپ جس سے دنیا دکھاوا اور نام و شہرت مطلوب ہے کرنے کے لایق نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کسی درجے پر نہیں پہنچاتیں بلکہ فائدے کی بجائے اُلٹا نقصان دیتی ہیں۔ ان کا خیال چھوڑو۔ تم وہ تپ اختیار کرو جو حقیقت میں فائدہ بخش ہے جیسا ہم اور نیموں کے ضمن میں کہتے آئے ہیں۔ تپ بھی تین طرح کی ہے۔ یعنی کرم بانی اور من کی۔ انکی توضیح کے واسطے گیتا کے شلوکوں کا ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتا ہوں :-

دیو اور برہمن اور گورو کی پوجا		پوجا گیانی کی خاکساری و دنیا
بے آزاری و برہم چرج اے رجن		کہلاتی ہے تپ جسم کی رکھ یاد سدا

ایسا ہو کلام دل کسی کا نہ دُکھے ـ سچا ہو بھلائی کا بتائیں سب اُسے
یا بیٹھ کے وید و شاستر کا پڑھنا ـ باقی کی یہ تپ ہے تو اگر اسکو سمجھے

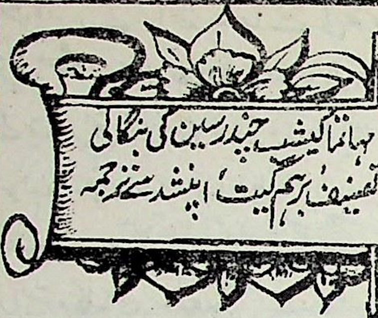
خوشدلی ہونا کہ شانت رکھنا من کا ـ کرنا ضبط نفس کہ چپکا رہنا

کہتے ہیں من کی تپ اسے اہل صفا
ہر دم رکھنی صفائے طینت بھی

کرم کی تپ کا تعلق جسم سے ہے۔ جسم کو پنچ اگنی تپ کر یا سرو پانی میں گلا کر تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ یہ تپ نہیں کہلاتی۔ بلکہ چل پھر کر جسم کو کام میں لاؤ۔ اہل حاجت کے کام آؤ۔ دوسروں کا دُکھ درد بٹاؤ۔ غرض جو اعضا تمہیں ملے ہیں۔ ان سے خدمت کرو۔ بھلا کس کی؟ بھگوان بتاتے ہیں۔ اوّل دیوتا کی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ عہد کرکے ہر روز اپنے شہر کے تیرتھ میں نہایا کرو۔ اِشٹ دیو کے درشن مندر میں کر آیا کرو۔ وقت مقررہ پر اِشٹ دیو کا دھیان کیا کرو۔ یہ دیوتا کی خدمت ہے۔ دوسری خدمت آدمیوں کی ہے۔ ان میں اوّل درجہ گورو کا ہے۔ جس سے صرف تمہارا تعلیم دینے والا آچاریہ ہی مراد نہیں ہے بلکہ ماں باپ اور سب بزرگ مراد ہیں۔ ان کی خدمت کو اپنی سعادت جانو۔ ہاتھ پاؤں کا پھل یہی ہے کہ ہم بزرگوں کی خدمت کریں۔ پھر برہمن اور گیانی لوگ ہیں۔ جن کی خدمت فرض عین ہے۔ ان کے ست سنگوں میں جاؤ۔ ان سے گیان سیکھو۔ تمہاری خدمت سے خوش ہو کر یہ تمہیں سب کچھ بتائینگے۔ تیسرے اور سب لوگ ہیں۔ جن کے ساتھ تمہیں خاکساری برتنی چاہئے یعنی جس طرح ہو سکے ضرورت کے موافق جھک جھک کر انکی خدمت کرنی چاہئے ؂

خدمت کے علاوہ جسم کی تپ میں تین باتیں اور بھی شامل ہیں۔ ایک تو صفا کا بہم پہنچانا ہے۔ جس کی تشریح دوسرے نیم میں دی جاچکی ہے۔ دوسرے برہمچرج ہے جسکا مفصّل بیان یموں میں آچکا ہے۔ اور تیسرے اہنسا ہے یعنی جسم سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانی۔ یہ بھی یموں میں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہے۔ اس واسطے ان تینوں کی یہاں شرح کرنی ضروری نہیں ہے۔ جو اِن سب باتوں کا برت دھارن کیا ہے اور عہد کرکے روزمرہ ان کو اپنا عملدرآمد بناتا ہے۔ وہ جسمانی تپ کر رہا ہے۔ نہ کہ وہ جاہل جو اونچی بانہہ کئے دریا میں کھڑا ہوا ہے ؂

بانی کی تپ کے متعلق بھگوان چار باتیں بتاتے ہیں۔ کلام دل دُکھانے والا نہ ہو۔ سچا ہو۔ بھلائی کا ہو۔ تین تو یہ ہوئیں۔ چوتھی تپ یہ ہے کہ زبان سے آدمی وید اور شاستر پڑھا کرے۔ یہ چاروں کی چاروں نہایت ہی صاف الفاظ میں بیان ہوئی ہیں۔ نیز پہلی تینوں کی نسبت میں یموں میں بھی اور پچھلے دو نیموں میں بھی بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ اسواسطے ان سب کا یہاں اعادہ نہیں کرنا۔ رہا وید اور شاستر کا پڑھنا۔ اس کا مفصّل بیان چوتھے نیم میں آئیگا۔ اس واسطے اسے بھی چھوڑتا ہوں۔ بانی کی تپ کے متعلق خلاصۃً تعلیم یہ ہے کہ ایسے الفاظ نہ بولو جن سے دوسروں کا دِل دُکھے یہ تعلیم نفی ہے۔ مثبت یہ ہے کہ جو بات بولو ایک تو وہ سچی ہو اور دوسرے اس سے سُننے والے کا بھلا ہو یعنی صدق دِل سے اسے ایسی نصیحت کرو جس سے اسکا کام سنور جائے اور وہ تمہیں دُعائے خیر سے یاد کرتا رہے۔ زبان کی چوتھی تپ ایسی کتابوں کا پڑھتے رہنا ہے جن کے وسیلے سے آدمی اخلاقی اور روحانی ترقی کرتا رہے ۔ باقی پھر



بھگتی رس امرت

(۱) بھگتی کیا ہے؟

بھگتی شاستر کا مطالعہ کرنے سے پہلے سنجیدگی کے ساتھ یہ جاننا ہوگا۔ کہ بھگتی کسے کہتے ہیں بھگتی سے ہم چاہتے کیا ہیں۔ پہلے اس بات کو نہ سمجھنے میں خطرہ کا امکان ہے۔ اس راستے کا مقصود کیا ہے۔ بھگتی کا لکشن کیا ہے۔ کس طرح اسکا سادھن ہوتا ہے۔ کس شے کا سہارا لینے سے بھگتی جاگ اٹھتی ہے۔ ان ساری باتوں کو شروع میں ہی جان لینا ہوگا۔

بھگتی کیا ہے؟ ہردیہ کے کومل انوراگ (لطیف محبت) کا نام بھگتی ہے۔ کس پدارتھ کا سہارا لینے سے بھگتی پراپت کی جا سکتی ہے؟ ستیم (سچا) شوم (بھلا)۔ سندرم (جمیل و حسین) کا سہارا ہی بھگتی موجود رہ سکتا ہے جس شے میں ستیہ۔ شو سندر کا بھاو پایا جائے۔ اسے دیکھتے ہی بھگتی جاگنے لگتی ہے۔ پس بھگتی ایک بھاو وشیش (جذبۂ خاص) ہے۔ اور ستیہ۔ شو سندر اسے ابھارنے کا اثر رکھتے ہیں لیکن ان تینوں گنوں کے سوا اور کچھ نہیں چاہتی۔ جہاں ان تینوں گنوں (سچائی۔ بھلائی۔ سوندریہ) میں کسی ایک کی بھی کمی ہو۔ وہاں بھگتی کی پورنتا میں کسر رہ جائے گی۔ اور بھگتی میں خرابی نمودار ہو گی بھگتی کہاں صحیح و سالم ہوتی ہے؟ جہاں وہ ایک ست۔ شو۔ سندر پرش کو ارپن کی جاتی ہے۔ اس پرش کا سوندریہ (خوبصورتی) کس بات میں پایا جاتا ہے؟ بھلائی اور دیا میں۔ اور وہ دیا کس کی ہو گی؟ اس کی جو ایک ماتر ست پدارتھ (حقیقت) ہے۔

بھگتی کی جڑ وشواس ہے۔ بھگت کے دل میں وشواس کی ضرورت ہے۔ وشواس کے بنا بھگتی ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ بھگتی کا بڑا سہارا دیا اور منگل (بھلائی) کا بھاؤ ہے۔ اور اس کی بنیاد ستیہ پر ہے۔ اور وشواس کے بنا اس ستیہ کا تصور ہی ممکن نہیں۔ وشواس بھگتی کے بنا رہ سکتا ہے۔ مگر بھگتی وشواس کے بنا نہیں ہو سکتی۔ یہ امر یقینی ہے۔ کہ جہاں بھگتی ہو گی۔ اس کی تہ میں وشواس ضرور موجود ہو گا۔ اگر بھگتی میں وشواس کی کمی ہو۔ تو لازمی طور پر اس میں خرابی پیدا ہو جائیگی۔ بھگتی میں سب سے پہلے پورے

وشواس کے ساتھ یہ جاننے کی ضرورت ہے۔ کہ میں جنہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ ستیہ ہیں۔ موجود ہیں۔ منگل مے (بھلائی) اور دیال (رحیم) اپنا ہیں۔ ستیہ کے آدھار میں دیا آروپت ہوتی ہے۔ جوہر کے بنا عرض کہاں ؛ اور یہی آروپت دیا سُندر بھاو دھارن کر لیتی ہے۔ یہ سوندریہ اور کسی طرح کا سوندریہ نہیں۔ صرف دیا کا سوندریہ ہے۔ ستیہ کے آدھار پر دیا کا آروپن ہونے سے وہ ستیہ سُندر ہو اُٹھتا ہے۔ یہ کلپنا نہیں ہے۔ کیونکہ ستیہ کے سہارے دیا کے آروپن ہونے پر سُندر کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ایشور کا یہی سورُوپ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو دیا کے ذریعے سُندر ہو رہے ہیں۔ وہ دیا اور سوندریہ میں اننت (غیر محدود) ہیں۔ جہاں سوندریہ (حسن و جمال) ہوگا وہیں کشش موجود ہوگی۔ جو ستیہ۔ منگل مے اور سُندر ہیں۔ وہ دِل کو کشش کرتے ہیں۔ اس جذب مجذوب ہونے کا نام ہی بھکتی۔ پریم ہے۔

جو ستیہ۔ شو۔ سندر ہیں ایک ہیں۔ بھکتی انہیں ہی دیکھتی اور چاہتی ہے۔ بھکتی میں گیان کی یہی ضرورت ہے۔ کہ بھکتی کی جڑ قائم ہو۔ اس کا مول ٹھیک ہو۔ جو بھکتی اصلی جڑ میں بنیاد نہیں رکھتی وہ دو یا پانچ سالوں میں ختم ہو جاتی ہے جس کی بھکتی کی بنیاد مستحکم و استوار ہوتی ہے۔ اسکی بھکتی ستیہ شِو سندر پر قائم ہوتی ہے۔ اس کی بھکتی غیر محدود وقت کے کمال حاصل کرتی ہے۔ اگر ان تینوں گنوں میں کسی ایک کی بھی کسر رہ جائے۔ سب سادھن بھجن۔ پُوجا۔ ارچانا کارہ ہو جاتے ہیں۔ ستیہ میں بھکتی کمزور (کچین) حالت میں موجود ہوتی ہے۔ دیا میں اس کی کوملتا (نرم دِلی اور نزاکت) بڑھتی ہے تدریج ترقی پذیر ہو کر یہ سوندریہ کے بھاو میں مست ہو جائیگی۔ ستیہ میں وشواس اور بھکتی کا آغاز ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس حالت میں کمزور ہوتی ہے۔ دیا سے پریم جاگتا ہے۔ ستیہ میں بھکتی کا بچپن ہے۔ یہ بچپن ترقی کر کے جوانی حاصل کرتا ہے۔ اور بالآخر پختہ ہو کر دیا کے سوندریہ میں ڈوب جاتا ہے جو بھکتی ہر پہلو سے مکمل ہو وہ عین مٹھاس ہوتی ہے۔ سوندریہ میں مستی آتی ہے۔ سوندریہ ندی کی دھارا کی مانند بھکتی کو کشش کر کے بہا لیجاتا ہے۔ سوندریہ کا بھکت بالکل ہی گیان ہین (بے خبر و مست) ہو جایا کرتا ہے۔ دیا کا خیال کرتے کرتے وہ پرم پُرش سُندر نظر آنے لگتے ہیں۔ اس سوندریہ میں بھکت بالکل ہی محو ہو جاتا ہے۔ ستیم شِوم۔ سُندرم۔ بھکتی مارگ کا منتر ہے۔ اس منتر کو جپنے سے جلدی سِدھی پراپت ہوتی ہے :

اگلے سال جنوری ۱۹۷۷ء کا سالنامہ بھکتی انک کے نام سے منسوب ہوگا

بھگوتی درگا

از پنڈت ہردے نارائن شرما ویشارد



آشنا جو نہیں مصیبت کا — رنج و غم کا نہ جو شکار ہوا
جو نہ اُٹھ اُٹھ کے رات کو رویا — جس پہ کوئی کبھی نہ وقت پڑا
وہ نہیں جانتا دُعا کیا ہے — اُس کو معلوم نہیں خدا کیا ہے

دُنیا میں صرف وُہی شخص ترقی کر سکتا ہے جو اپنی زندگی کا پروگرام بنا کر اس پر عمل کرتا ہے اور مشکلات کے لاؤ لشکر کا مقابلہ سینہ سپر ہو کر کرتا ہے۔ انسانی زندگی صفحہ دو صفحہ کی کتاب نہیں جو چلتے پھرتے پڑھ کر ختم کر لی جائے۔ یہ لاتعداد صفحات اور بے شمار ابواب کا مجموعہ ہے۔ جس میں ہر شخص سُکھ کا خواہش مند ہے اور اس کے حصول کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے بلاشبہ اگر دنیا میں دُکھ نہ ہوتا تو یہ دُنیا یقیناً بہشت سے بھی بڑھ کر ہوتی۔ مگر دُکھ اور سُکھ انسانی زندگی کے ساتھ لازم ملزوم ہیں ؎

فلک دیتا ہے جنکو عیش اُنکو غم بھی ہوتا ہے!
جہاں بجتے ہیں شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتا ہے

مصائب و آلام کیوقت ہمت ہار دینا مردانگی نہیں ہے۔ دُکھ دراصل وہ حالت ہے وہ کسوٹی ہے جس میں پڑ کر انسان کے کھرے کھوٹے ہونے کا امتیاز ہوتا ہے۔ خوشی و مسرت انسان کو میٹھی میٹھی نیند میں تھپک تھپک کر سُلا دیتی ہے اور غم و اندوہ زبردست جھٹکے کے ساتھ خواب غفلت سے جگا دیتا ہے گویا رنج ہماری آتما کو پوتر کر کے نور الہیٰ سے معمور کرتا ہے اور تحمل و بُرد باری سکھا دیتا ہے۔ ہم دُکھ اور مصائب کے وقت تو پرماتما کو یاد کرتے ہیں۔ حالانکہ روزانہ کاروبار اور مسرت کیفیت میں کبھی ہم کو اس کا خیال بھی نہیں آتا ؎

دُکھ میں سمرن سب کریں سُکھ میں کرے نہ کوئے
جو سُکھ میں سمرن کرے دُکھ کاہے کو ہوئے

بھگوتی درگا کا پاٹھ اپنے اندر ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ جو شخص روزانہ صدق دِلی،

صدق نیت اور یکسوئی قلب کے ساتھ اس کا پاٹھ کریگا اس کے تمام رنج و غم کافور ہو جائیں گے۔ وہ زندگی کی جنگ میں ہمیشہ کامیاب رہے گا۔ اور اس کی دلی تمنائیں بر آئیں گی۔ صرف اپنا وشواس مضبوط کیجئے۔ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ ہمیں اس سے کچھ ملیگا یا نہیں ایسے خیالات پیدا کیجئے کہ جس سے آپ کا وشواس بڑھے۔ نیک خیالات اور عقیدت سے آپ کے منورتھ پورے ہوں گے۔ اگر آپ سچے دل سے بھگوتی کی پوجا کر رہے ہیں۔ تو سچی عقیدت اور شردھا سے ماتا سے پرارتھنا کیجئے کہ ہمیں بل، بدھی اور گیان دے۔

یار کے دیکھنے کو خاص نظر پیدا کر — دل فدا کرنے کو پہلو میں جگر پیدا کر
نذر کر بیٹھ تو پہلے دل و جان کی اپنے — بعد ازاں کوچۂ جاناں میں گذر پیدا کر

سب سے پہلے بھگوتی کا پاٹھ مارکنڈے کو شری برہما جی نے بتایا تھا۔ یہ ایک ایسا روحانی پاٹھ ہے کہ جس کی تاثیر میں ایک نمایاں اثر اور کشش ہے۔ بھگوتی کی تلاش میں میں پہاڑیوں کی پر فضا وادیوں سبزہ زاروں اور پھولوں کے گوشوں میں مارا مارا پھرا لیکن بھگوتی کے درشن مجھے غریبوں کے جھونپڑوں اور مصیبت زدہ کی آہوں میں ہوئے۔ میں نے اسے دلکش نغموں میں ڈھونڈھا لیکن وہ کسی کی آہ بن کر مجھے بلا رہی تھی۔ کاش! مجھے یہ معلوم ہو جاتا تو میری مراد آن واحد میں پوری ہو جاتی۔

میری نگاہیں بھگوتی کی تلاش میں عالی شان مندروں میں بھٹک رہی تھیں لیکن وہ جاں بلب مریض کے سرہانے بیٹھی میرا راستہ دیکھ رہی تھی۔

میں اسے نازنینوں کے حسن دلکش کی جھلک اور ان کے نکھرے ہوئے رنگ میں تلاش کر رہا تھا۔ لیکن وہ میری خاطر کسی کی آنکھ سے اشک بن کر اس کے پژمردہ رخساروں پر بہہ رہی تھی۔ کاش! میری آنکھیں کھل جاتیں اور مجھے بھٹکنا نہ پڑتا۔

میں نے بھگوتی ماتا کو امیروں اور سرمایہ داروں کے درمیان ڈھونڈھا لیکن وہ غریب بیکس مزدوروں کے درمیان جلوہ گر تھی۔ اس نے مجھے اپنے تک پہنچنے کے ہزاروں موقعے دیئے لیکن مجھ سے وہ سب کھو گئے۔

کاش! میں جان سکتا کہ بھگوتی قول میں نہیں بلکہ فعل میں جلوہ زن ہے علم میں نہیں بلکہ عمل میں ہے تو میری یہ تگ و دو جلد ختم ہو جاتی اور آسانی سے میں اپنے گوہر مقصود کو پا لیتا۔

یار بے پردہ ہے آنکھوں میں پڑے ہیں پردے
پوچھتا ہے درِ جاناں پہ یہ گھر کس کا ہے

رِگ وید میں بھگوتی درگا کے انیک نام لکھے ہیں اور اس کی مہما گاتے ہوئے ویدوں میں درگا کا نام چنڈی۔ جگدمبا اور دیوی شوکنت وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ اسے جگت جننی بھی کہتے ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ آدی شکتی جگ جننی مہا دیوی نے اپنے سروپ کا ذکر کیا ہے۔ اسے ابھرن پتری برہم وِدوشی بھی کہتے ہیں۔

بھگوتی درگا ساکھشات دھرم ارتھ کام اور موکھش چاروں پرشارتھ روپ کرم پھل کی پراپتی کے لئے وردانا ہے۔ تبھی تو اسے پری تران کارنی کہتے ہیں۔ سنسار ساگر سے پار ہونے کے لئے بھگوتی کی شرن لے کر نمسکار کرنا چاہیئے۔

شری درگا کو "درگے" کے لفظ سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی پیشانی پر چندرماں براجمان ہیں بھگوتی برہم ودیا کی سروپ ہے۔ دیوتاؤں کو اس نے ہی برہم گیان کی روشنی دی تھی۔ پھول کنیا اوما۔ درگا کو سنسار پرنام کرتا ہے۔

مہابھارت میں دو جگہوں پر درگا ستوتر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وراٹ پرب کے چھٹے ادھیائے میں اور دوسرا بھیشم پرب کے تئیسویں ادھیائے میں۔ بارہ برس کی خانہ بدوشی کے بعد پانڈو جب ایک سال غائبانہ طور پر وراٹ نگری میں رہ رہے تھے۔ اُس وقت رشیوں کے فرمان کے مطابق اپنی کامیابی کے لئے مہاراج یدھشٹر نے بھگوتی درگا جاپ کیا تھا۔ اسی طرح ارجن نے مہابھارت کے گھمسان یدھ ہونے سے پیشتر بھگوان کرشن کی فرمائش پر درگا استتی کی تھی۔ کورکشیتر کے میدان میں جب دونو جانب سے لاؤ لشکر میدان میں کود پڑے تب شری کرشن نے ارجن سے کہا کہ تم دشمنوں پر فتح و نصرت کے حصول کے لئے نہایت عقیدت اور شردھا سے بھگوتی درگا کا جاپ کرو۔

مہابھارت میں لکھا ہے کہ بھگوتی درگا یشودھا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ بھگوان کرشن کی بہن ہیں۔ ظالم کنس نے جب اسے پتھر پر زندہ پٹخ دیا تو وہ آکاش مارگ میں چلی گئیں۔ یہ خورد سال لڑکی برہمچارنی درگا کے نام سے مشہور ہے۔ اور بندھیاچل پربت پر جلوہ افروز ہے۔ چنڈ منڈ اور مہی کھاسُر راکشسوں کو تہ تیغ کرنے والی بھگوتی ہے۔ یہی کالی۔ مہاکالی اور چنڈی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ پرانوں اور اپنشدوں میں بھی درگا کا ذکر آتا ہے اور کئی ناموں سے پکارا گیا ہے۔

بھگوتی کا پوجن ہندو جگت میں بڑی شردھا اور عقیدت سے ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ہر کونے میں نوراتروں کے دنوں میں درگا کی پوجا کی جاتی ہے۔ درگا نومی کا تہوار ہندوؤں کا خاص متبرک تہوار ہے۔

بھگوتی درگا کا نام لیتے ہی دل میں ایک کشش سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور قدرتی طور پر مردہ

دل انسان میں بھی خون اُچھلتا ہے یہ پوتر نام سنسار کے دُکھوں سے نجات دِلانے کا واحد سادھن ہے دُرگا بھگوتی کا بھگت کبھی مایوسیوں سے ہمکنار نہیں ہوتا۔ یہ مُبارک نام جرات، جسارت اور دلیری بڑھانے والا ادبھُت شبد ہے۔ بھگوتی کی مہما نہیں لکھی جا سکتی ۔

محافظ تم ہو دل کی رُوح و تن کی جان کی دُرگا
معاون ہو ازل سے وقتِ فکر و بیکسی دُرگا
رہے بخوف انساں لب سے نکلے گر کبھی دُرگا
شری دُرگا شری دُرگا شری دُرگا شری دُرگا

بھگوتی دُرگا کی شفقت مادری صرف ہندوؤں کی مکتی کا اور شردھا کا گہوارہ نہیں بلکہ مسلمان بھی صدق دل سے ماتا کا نام اُچارن کریں تو ان کے لئے ماں کی گود اتنی وسیع ہے۔ جتنی کہ ہندوؤں کے لئے۔ تواریخ شاہد ہے کہ شہنشاہ ہند اکبر اعظم نے اپنی مُراد بر آنے پر بھگوتی کے مندر پہ سونے کا پرچم لہرایا مگر ابھیمان اور اہنکار کی تاریکی میں اکبر اعظم کی یہ شردھا کی بھاونا خاک میں مل گئی اور وہ طلائی چھتر لوہے میں تبدیل ہو گیا۔ آج بھی ضلع ہوشیار پور میں چنت پورنی کے مندر میں وہ چھتر لوہے کا موجود ہے۔ بھگوتی دُرگا کا فراخ دل ایک حقیقی ماں کی مانند ممتا لئے ہوئے ہے مگر ہم نادان اور کم عقل ہوتے ہوئے ماتا کی مہما کو نہیں پہچانتے۔

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مہاراج شواجی بھگوتی کے خاص بھگت تھے۔ اورنگ زیب سے جب مہاراج شواجی نے مخالفت کا جھنڈا لہرایا تو اس وقت بھی بھگوتی کی شرن لئے ہوئے ماتا کے بھروسے پر ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اس کی عقیدت اور بھگتی سے خوش ہو کر بھگوتی نے ایک تلوار بھینٹ کی جس کے بل بوتے پہ مہاراج شواجی کامیاب ہے۔ بھگوتی ماتا کی شرن میں آ کر ان کا بھگت اپنی منو کامنا پوری کرنے کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ ماتا اُس پہ دیال ہو کر اس کی رکھشک بنتی ہے۔ بشرطیکہ بھگت کے دل میں سچا پریم اور اٹوٹ بھگتی ہو۔

جب دیوتاؤں اور راکششوں کے درمیان گھمسان یدھ ہوا تو اُس وقت دیوتاؤں نے بھگوتی کی شرن کی۔ بھگوتی نے تلوار ہاتھ میں لے کر چنڈ مُنڈ وغیرہ راکششوں کا ستیاناش کیا۔ ایک شاعر لکھتا ہے ۔

لڑائی کی عروس فتح سے مل مل کے دیوی نے
سدا کششوں کی پٹ ایک پل میں باندھی پل کے دیوی نے
دیا پانی نہ پینے سرکشوں کو بل کے دیوی نے
نکالے حوصلے سب رزم گاہ میں دل کے دیوی نے

بھگوتی کے پوجن سے انسان کے دل میں ایک عجیب قسم کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ بھگوتی خود جرأت اور دلیری کی اوتار ہیں۔ اس کے پاٹھ سے بزدل انسان کے دل میں نیا خون، نیا جوش اور نئی طاقت بھر جاتی ہے۔

درگا استوتر کا پڑھ لینا یا طوطے کی طرح لفظ بہ لفظ حفظ کر لینا بھگتی میں داخل نہیں۔ بلکہ تن من سے بھگوتی کی آرادھنا میں مگن ہو کر شام و سحر ماتا کے نام کا جاپ کرنا موکھش کا پھل دائک ہے۔

دلیری اور شجاعت بھگوتی کا خاص وصف ہے۔ اس کے بھگت کو یہ دولت روز ازل سے ہی حاصل ہے بلکہ یوں کہیے کہ بھگوتی جرأت، ہمت، طاقت اور استقامت کی دیوی ہیں۔

ظفر کی قبضۂ خنجر پہ ہر دم تاک رہتی ہے
دلیری اور شجاعت بستۂ فتراک رہتی ہے
زمیں دل سے فدائے نقش پائے پاک رہتی ہے
جبینِ عرش اعلٰے پر قدم کی خاک رہتی ہے

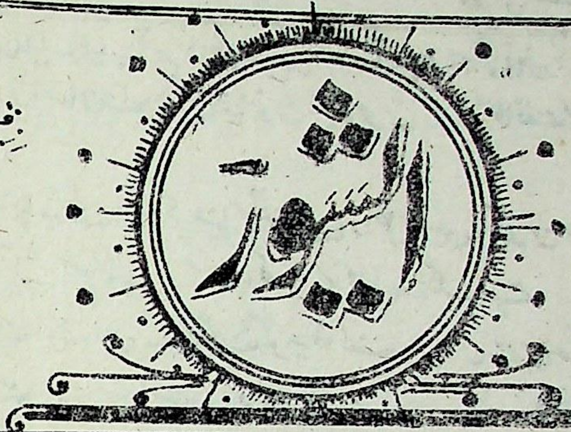
ہر دیوتا کے لیئے آواہن کیا جاتا ہے اور اس کی سواری کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح بھگوتی کا آواہن کرتے ہوئے اس کی سواری شیر ہے۔ گویا یہ آواہن جرأت اور دلیری کی دلالت ہے۔ علیمی اور چارہ سازی میں بھگوتی کا نام زبان زد خلائق ہے۔ کوئی بھی مجبور اور بیکس انسان جب کبھی اور جس وقت اپنے آپ کو بھگوتی کے چرنوں میں ارپن کرتا ہے تو اس کے تمام دکھ درد کافور ہو جاتے ہیں۔

سواری شیر نر کی بھگوتی کو دل سے پیاری ہے
روش پر جس کے صدقے توسن باد بہاری ہے
ہر اک معبود کی منظور نظر پاسداری ہے
کرم ہے علم ہے اس میں شان بردباری ہے

بھگوتی کی مہما کا ذکر کرنا میری زبان قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم ماتا کی شکتی سے ہی جو کچھ میں نے لکھا وہ سب کچھ اس کی مرضی اور طاقت کے بل بوتے پر لکھا۔ خواہ وہ اچھا ہے یا برا میں اپنی غلطیوں کے لیئے ماتا سے معافی چاہتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ مجھے بل بدھی اور گیان کی شکتی دے تاکہ میں اس کا جلوہ دیکھ سکوں۔ میں یہ چند سطور بھگوتی ماتا کے چرنوں میں بھینٹ کرتا ہوں ؎

ادھر بھی چشم رحمت خیز کا جلد اک اشارہ ہو
کھلیں بن دل کی آنکھیں روح وحدت کا نظارہ ہو
نظر میں جاگزیں ہر دم جمال عالم آرا ہو
یہ نور پاک میری آنکھ کی پتلی کا تارا ہو

"اوم شم"



از شری ۱۰۸ سوامی آنند سوگرجی مہاراج

قسط اول

کیا ایشور نام کی کوئی شکتی ہے؟

سنسار کی کوئی بھی وستو کسی کرتا (فاعل) کے بنائے بنا ہی اپنے آپ تو وجود میں نہیں آ سکتی۔ لازماً اسے کسی فاعل (CREATOR) نے بنایا ہے۔ مثال کے طور پر میز کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی بڑھئی نے بنایا ہے۔ گھڑے کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کمہار نے بنایا ہے۔ گھڑی کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی انجینئر یا گھڑی ساز نے بنایا ہے۔ مکان کو دیکھ کر یہ انومان ہوتا ہے کہ اسے کسی راج نے بنایا ہے۔ یوں تو میز لکڑی سے ہی بنتی ہے۔ مگر لکڑی بنا بڑھئی کے اپنے آپ ہی تو میز نہیں بن جاتی۔ مٹی کے ذرات اپنے آپ ہی تو گھڑا نہیں بن جاتے لوہے کے ذرات مل کر لوہے کے تار یا سریے بنتے ہیں۔ پھر تاروں سے گھڑی بنائی جاتی ہے مگر لوہے کے ذرات بنا لوہا ڈھالنے والے کے خود بخود سریا یا تار تو نہیں بن جاتے۔ اور سریا و تار بنا گھڑی ساز یا انجینئر کے اپنے آپ ہی تو گھڑی نہیں بن جاتی۔ اینٹ، چونا اور پتھر سے مل کر مکان بنتا ہے۔ مگر اینٹ پتھر بنا راج کے اپنے آپ ہی تو مکان نہیں بن جاتے۔ سونے سے زیور بنائے جاتے ہیں۔ مگر سونا بنا سنار کے اپنے آپ ہی تو زیور نہیں بن جاتا۔ اسی طرح اگر یہ وشال سنسار پرمانوؤں (ATOMS) کے آپس میں مل جانے یا پرکرتی وادیوں (مادہ پرستوں) کی پرکرتی (مادہ) سے بنتا ہے تو یہ چھوٹے چھوٹے پرمانو یا پرکرتی بنا کسی کرتا (فاعل) کے اپنے آپ ہی تو وشال سنسار نہیں بن جاتی۔ کوئی تو ہے۔ کہ جس نے پرمانوؤں کو ایک ایسی سوجھ بوجھ کے ساتھ ملایا ہے۔ کہ خوبصورت دنیا بن گئی ہے۔ اگر کوئی ناستک (سنسار کو بنانے والی کسی مہان شکتی کے ہونے سے انکار کرنے والا) یہ تو مانے کہ دنیا پرمانوؤں یا پرکرتی (مادہ) سے بنی ہوئی ہے۔ لیکن یہ نہ مانے کہ پرمانو یا پرکرتی کے علاوہ کوئی ایسی بھی وستو ہے۔ کہ جس نے پرمانوؤں یا پرکرتی سے سنسار کو بنایا ہے۔ بلکہ یہ مانے کہ پرمانو یا پرکرتی اپنے آپ ہی دنیا بن گئی ہے۔ اس کو بنانے والی کوئی ایشور، پرماتما، اللہ، خدا، واہگورو، آرمزدا، گاڈ یا ارہنت نام

کی کوئی بھی ایسی مہان شکتی نہیں ہے کہ جسے ہم عالم کا کرتا (CREATOR) مان سکیں۔ تو اُس ناستک کا اِس طرح کا کہنا ایک اِسی طرح کا کہنا ہے۔ جیسے کوئی آدمی یہ تو مانے کہ مٹی سے گھڑا بنتا ہے لیکن یہ بات ماننے کو تیار نہ ہو کہ گھڑے کو کسی بدھیمان کمہار نے بنایا ہے جس پرکار کوئی اینٹ پتھروں سے بنا ہُوا مکان تو مانے پر راج کو نہ مانے یا لوہے سے بنی ہوئی گھڑی تو مانے پر گھڑی ساز کو نہ مانے۔ یا لکڑی سے بنی ہوئی میز تو مانے پر بڑھئی کو بھلا دے۔ بس اِسی طرح کی غلطی وہ ناستک کرتا ہے۔ کہ جو پرمانو یا پرکرتی سے بنا ہوا سنسار تو مانے پر یہ نہ مانے کہ پرمانو یا پرکرتی سے اِس سنسار کو کسی مہان شکتی (POWER SUPREME) نے بنایا ہے:

اگر مکان کا بنانے والا راج یا میز کو بنانے والا بڑھئی یا گھڑی کو بنانے والا گھڑی ساز ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں تو اِس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم میز کے بنانے والے بڑھئی یا گھڑی کو بنانے والے کسی گھڑی ساز کی ہستی سے ہی انکار کر دیں۔ اِسی پرکار اگر وشو کو بنانے والی کوئی مہان شکتی اتنی سوکشم (لطیف) ہے کہ جسے ہماری ننگی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں یا دُوربین سے ہی اُسے دیکھ سکیں تو یہ کون سی عقلمندی ہے۔ کہ ہم وشو کو بنانے والی کسی مہان شکتی سے انکار کر دیں۔ ہمیں لازمی طور پر کسی ایسی مہان شکتی کے وجود پر ایمان لانا چاہیئے۔ کہ جس نے سارے برہمانڈ کو بنایا ہے۔

سنتے ہیں کہ کوئی اِسی پرکار کا ایک ناستک بھوتک وگیان وادی (MATERIALSCIENTIST) تھا کہ جو اپنے آٹھ سال کے چھوٹے سے بیٹے کے یہ پوچھے جانے پر کہ پتا جی یہ دُنیا کس نے بنائی ہے یہ کہا کرتا تھا۔ کہ بیٹا! دنیا کسی ایشور، گاڈ یا خدا نام کی کسی مہان شکتی نے نہیں بنائی بلکہ چھوٹے چھوٹے پرمانوؤں سے مِلکر اپنے آپ ہی یہ دُنیا بن گئی ہے۔ لیکن بچہ جب رات کو آکاش پر جگ مگ جگ مگ کرتے تاروں ستاروں دن کو چمکنے والے سُورج، رات کو پرکاش کرنے والے چندرماں، باغ میں مختلف اقسام کے کِھلے ہوئے پھولوں، پھلوں سے لدے ہوئے درختوں سُندر پروں والے مور، سُندر کنٹھ والی بُلبل اور کوئل، دُور دُور تک پھیلے ہوئے لہریں مارتے سمندر۔ رنگ برنگی پانی میں تیرتی ہوئی مچھلیوں، چہچہانے والی چڑیوں، پھولوں پر گنگناتے والے بھوروں اور تتلیوں کی طرف دیکھا کرتا تھا تو اُس کے دِل میں اِن چیزوں کے بنانے والے کے سمبندھ میں یہ وچار اُٹھا کرتا تھا۔ کہ ایسی سُندر وستوؤں والی دُنیا اپنے آپ ہی نہیں بن گئی بلکہ کوئی تو اِن تاروں ستاروں، چندرماں، سُورج میں چھپا ہُوا ایشور ہوگا کہ جس نے اِن سب کو بنایا ہے۔ لیکن اُس کا پتا سدا ہی ایشور سے اِنکاری ہی ثابت ہُوا کرتا تھا۔ ایک بار چھوٹے بچے کے من میں یہ بات آئی کہ پتا جی کسی پرکار ایشور کے ماننے والے بنیں۔ ایک بار اُس

کے پتا نے کچھ پیسے جب اپنے پتر کے جیب خرچ کو دئے تو بچہ ان پیسوں سے ایک بہت ہی خوبصورت کوئی تصویر بازار سے خرید لایا۔ اُس تصویر کو اپنے پتا کے کمرے میں ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ باہر سے جب اُس بچے کا پتا جو کہ وکالت کیا کرتا تھا، آیا تو وکیل صاحب نے اپنے کمرے میں بہت ہی سندر چتر لٹکتا دیکھا تو پتر سے پوچھا کہ "اے پتر! یہ چتر (تصویر) کہاں سے آیا؟ یہ کس نے بنایا ہے"؟ وکیل صاحب کے چھوٹے سے بچے نے کچھ جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ "پتا جی! یہ چتر تو یوں نہ کہیں سے لایا ہی ہوں اور نہ یہ کسی نے بنایا ہی ہے"۔ پتا نے پوچھا "تو پھر کہاں سے یہ چتر آیا؟" ایسا پوچھے جانے پر چھوٹے بچے نے کہا "پتا جی! بات یہ ہوئی کہ صبح آپ نے مجھے جیب خرچ کے لئے جو پیسے دئے تھے، اُن میں سے ایک آنے کا سفید کورا کاغذ خرید لایا اور دو آنے کا نیلا، کالا، لال، پیلا وغیرہ کئی قسم کے رنگ خرید لایا۔ پتا جی! میں دوپہر کو جب اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا تو میں نے ایک طرف تو سفید کورا کاغذ بچھا دیا اور دوسری طرف اُس کاغذ کے پاس ہی قسم قسم کے رنگوں کی پڑیاں کھول کر رکھ دیں۔ ایسا کر کے میں جب مکان سے نیچے اتر آیا تو میرے اُترنے کے بعد ہوا کا کوئی ایسا جھونکا آیا کہ پتا جی نیلے، کالے، پیلے، لال رنگ کے پرمانو اپنے آپ ہی اُڑ اُڑ کر سفید کورے کاغذ پر بیٹھتے گئے۔ بس اِس پرکار پرمانوؤں کے اپنے آپ ہی مل جانے سے یہ سندر چتر بن گیا"۔ ناستک پتا بچے کی یہ بات سُن کر ہنس پڑا کہنے لگا "اے پتر! کسی لائق چترکار (آرٹسٹ) کے بنا اتنی خوبصورت تصویر بھلا اپنے آپ ہی رنگوں کے پرمانوؤں کے ملنے سے کیسے بن سکتی ہے؟" اتنا سُن کر چھوٹا بچہ فوراً ہی بول اُٹھا کہ پتا جی! جب یہ دو پیسے کی کاغذ کی تصویر بھی بنا کسی چترکار کے نہیں بن سکتی۔ تو یہ سورج، چندر، تارے، ستارے، مختلف اقسام کے پرانیوں کے شریروں، اونچے اونچے پہاڑوں، گہرے سمندروں کو دکھنے والی یہ خوبصورت دُنیا بھلا کیا بنا ایشور کے پرمانوؤں سے اپنے آپ ہی مل جانے سے بن سکتی ہے؟ جس طرح کوئی تو ہے کہ جس نے یہ سندر چتر بنایا ہے۔ اسی طرح کوئی تو ہے جس نے ایسی خوبصورت دُنیا بنائی ہے۔ کہ جس کی ہر ایک چیز ایک خاص اصول کے تحت کام کر رہی ہے۔ دِن میں سورج روشنی دیتا ہے تو رات کو سورج غروب ہو جانے پر چندرماں اور تارے پرکاش کرنے لگتے ہیں۔ ہر سال موسم آنے پر درخت پھل دیتے ہیں۔ کیسی ہے۔ یہ سندر دُنیا اور کیسا سندر ہوگا۔ اِس دُنیا کا بنانے والا بھگوان!" اپنے چھوٹے پتر کی ایسی وچاروں سے بھری باتوں کو سُن کر بچے کا پتا سدا کے لئے ناستکتا چھوڑ کر آستک بن گیا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ دُنیا کی عجیب عجیب چیزوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہی نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے۔ کہ ضرور ہی اِس سنسار کو بنانے والی کوئی مہان شکتی ہے۔ اِس پرکار کے وچار سے نتیجہ

ہو جاتا ہے کہ ضرور ہی ایک مہان سُوکشم (لطیف) شکتی ہے کہ جس نے سارے برہمانڈ کو اپنے نظم وضبط میں لے رکھا ہے۔ اُسی مہان شکتی کو مختلف دیشوں کے رہنے والوں اور مختلف بھاشاؤں کے جاننے والوں نے ایشور۔ برہم رام۔ مہیشور۔ گاڈ۔ خدا۔ اللہ۔ جیوتی۔ واہگورو آرمزدا۔ قدرت۔ نیچر وغیرہ ناموں سے پکارا ہے۔ اُس مہان شکتی روپ ایشور کا بیکنٹھ، سورگ گولوک۔ ساکیتا لوک۔ اندرلوک۔ ساتواں آسمان۔ چوتھا آسمان اٹھائیسواں آکاش۔ برہم لوک بہشت۔ ہیون (HEAVEN) وغیرہ کسی خاص مقام پر نواس نہیں بلکہ وہ ایشور یا آتما تو سورج چندرماں۔ تاروں ستاروں۔ اگنی۔ وایو۔ جل۔ پرتھوی۔ کیٹ۔ پتنگ۔ پشو پکشی۔ برکش وغیرہ سبھی وستوؤں کے اُوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اندر باہر ذرے ذرے میں اِس پرکار سمان روپ سے سمایا ہُوا ہے۔ جس پرکار کہ ماچس یا لکڑی میں آگ۔ دودھ میں گھی۔ تلوں میں تیل۔ پھولوں میں سُگندھی۔ بادلوں میں بجلی۔ ریکارڈ میں گانا۔ مہندی میں لالی۔ سمندر کے پانی میں کھاری پن، کھانڈ میں میٹھا پن سمایا ہُوا ہے۔

جو لوگ ایشور کا نواس سب جگہ نہ مان کر کسی ایک خاص مقام پر مانتے ہیں، اُنہیں یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ کسی خاص مقام پر وہی چیز رہ سکے گی جس کا کہ نام (NAME) اور شکل (FORM) ہو گی۔ کیونکہ نام وشکل سے محدود چیز (مجسم) ہی ایک جگہ پر رہ سکتی ہے۔ اور جو نام وشکل سے محدود چیز ہو گی، وہ ناش سے بھی بچ نہیں سکتی۔ کیونکہ نام وشکلوں میں ہر وقت تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اِس لیے ایشور یا آتما نام وشکل کی حد سے باہر ویاپک روپ میں سب طرف اور سب جگہ میں وراجمان (موجود) ہے جس پرکار دودھ میں مکھن ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا یا جس پرکار لکڑی یا ماچس کی ہر ایک تیلی میں آگ چھپی ہوئی ہے۔ لیکن اُس آگ کا درشن تب تک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ تیلی کو ماچس کے مصالحے کے ساتھ رگڑ نہیں لیا جاتا۔ اِسی پرکار وہ آتما کے روپ میں پرماتما تب تک پرگٹ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ انسان اپنے ہردے کو شدھ (PURIFY) کر کے گیان بھگتی کی رگڑ نہیں لگاتا۔ جس پرکار اندھیرے گھر میں ماچس کے رگڑے جانے پر اگنی کے پرکاش سے گھر کا تمام اندھیرا کافور ہو جاتا ہے۔ تو اُس اندھیرے میں شور مچانے والے چوہے یا پھنکارنے والے سانپ وغیرہ زہریلے جانور بھی اپنے بِلوں میں گھس جاتے ہیں۔ اُسی پرکار جب ہردے میں اُس آتما کا پرکاش ہو جاتا ہے۔ تو اُس ہردے سے اشانتی کا ناش ہو جاتا ہے اور وہ شخص دکھ سے ہٹ کر آنند میں مگن ہو جاتا ہے۔

چونکہ پرماتما ویاپک ہے، اس لئے بھی شریروں میں بھی وہی پرماتما سب کا آتما بن کر

بیٹھا ہے۔ بس اپنے ہردے میں آتما کو جان لینا ہی پرماتما کو جان لینا ہے۔ آتما کو دیکھ لینا ہی پرماتما کو دیکھ لینا ہے۔ ہم جو آتما ہیں، اُسی آنند کے ساگر پرماتما کا انش ہیں۔ چونکہ پرماتما آنند کا ساگر ہے۔ اِس لئے ہر ایک جیو بھی آنند ہی چاہتا ہے۔

یہ نیتم (قاعدہ) ہوتا ہے۔ کہ انسل انشی سے مل کر ہی چین پایا کرتا ہے۔ اگر ہم مٹی کا ڈھیلا آکاش میں اُوپر کی طرف پھینکیں تو وہ پھر دھرتی کی طرف ہی آنا چاہے گا کیونکہ وہ ٹکڑا زمین سے ہی بچھڑا ہے۔ تو پھر دھرتی سے ملکر ہی چین پائے گا۔ اسی طرح ہر ایک جیو آتما پرماتما سے اگیان وش بچھڑا ہُوا ہے۔ جب تک جیو آتما آتم گیان کے دُوارا پھر اُسی پرماتما سے میل نہ کرلے گا۔ تب تک اُسے کبھی بھی شانتی و راحت) نصیب نہیں ہوگی۔ چاہے تو سنسار بھر کے بھوگوں کو کوئی اکٹھا ہی کیوں نہ کریں، سنسار کے بھوگوں میں آنند نہیں بلکہ سُکھ کا دھوکہ ہے۔ اُسی طرح کہ جس طرح کوئی راج ہنس کسی تالاب کے جل میں تاروں کی چھایا (REFLECTION) کو ہی غلطی سے سچے موتی جان لے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تالاب کے جل میں تو تاروں کی چھایا ہے۔ موتی نہیں۔ بس اسی پرکار سُکھ بھوگوں میں نہیں بلکہ آتما میں ہے۔

جل جب سمندر سے بچھڑتا ہے تو اُسے تب تک چین نہیں مل سکتا۔ جب تک کہ وہ پھر سمندر سے نہ مل جائے، روانی میں ہی رہتا ہے بادلوں کے ذریعے جل جب پہاڑ پر برستا ہے تو ندی نالوں کی شکل میں اُچھلتا کودتا ہُوا سمندر کی طرف ہی بھاگتا ہے جب سمندر سے مل جاتا ہے تو ساری دوڑ دھوپ ختم ہوجاتی ہے۔ اور شانتی پاتا ہے۔

بس اسی طرح سے ہم بھی پرمانند سچدانند برہم پرماتما رُوپی سمندر سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم پھر سے اُسی آنند کے سمندر سے نہ مل جائیں گے۔ تب تک ہمیں شانتی نہیں مل سکے گی۔ وہ سمندر ہم سے کہیں دُور نہیں ہے بلکہ بہت ہی نزدیک ہے ہمارے چاروں طرف وہی سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مگر ہم اُس کا انوبھو (احساس) نہیں کر پاتے اِس کا کارن ہماری ہی بھُول ہے۔ (باقی پھر)

مقامِ آرام

از قلم:- رشی پٹیالوی شملہ

وہ حادث نہیں ہے وہ فانی نہیں ہے
جہاں میں کوئی اُس کا ثانی نہیں ہے

ہیں جنّ و ملک اُس کے در کے سوالی
وہ ہے سب کا رازق وہ ہے سب کا والی

اُسی نے ضیا چاند سُورج کو بخشی
ستاروں میں بھی روشنی ہے اُسی کی

اُسی کا زمانے میں سکّہ رواں ہے
وہی رہنما ہے وہی کارواں ہے

یہ ارض و سما ہے اُسی کی کرامت
اُسی کا کرشمہ ہے یہ حُسنِ فطرت

گلُ و غنچہ میں تازگی ہے اُسی کی
حسینوں کے لب پہ ہنسی ہے اُسی کی

حیات آفریں وہ بہار آفریں ہے
یہ دُنیا اُسی کے کرم سے حسیں ہے

عیاں بھی نہیں ہے نہاں بھی نہیں ہے
نہیں بھی نہیں ہے وہ ہاں بھی نہیں ہے

وہ ہر چیز میں ہے مگر لامکاں ہے
کوئی کیا بتائے وہ کیا ہے کہاں ہے

نہ مسجد میں وہ ہے نہ مندر میں وہ ہے
نہ اس گھر میں وہ ہے، نہ اُس گھر میں وہ ہے

یہاں دیکھتے ہیں وہاں ڈھونڈتے ہیں
اُسے اُسکے شیدا کہاں ڈھونڈتے ہیں

وہ دِل جن میں گردِ کدُورت نہیں ہے
وہ دِل جن میں زہرِ عداوت نہیں ہے

وہ دِل جن میں روشن ہے شمعِ محبّت
وہ دِل جن میں پلتی ہے خاموش اُلفت

وہ دِل جو شناسائے رسمِ وفا ہیں
وہ دِل جو حقیقت کے راز آشنا ہیں

بُرائی کوئی جن دِلوں میں نہیں ہے
سُنا ہے کہ وہ اُن دِلوں میں مکیں ہے

رشیؔ نیک اور صاف کر دِل میں پیدا
اگر تو ہے اُس کی نوازش کا جویا!

کرشن داس جی

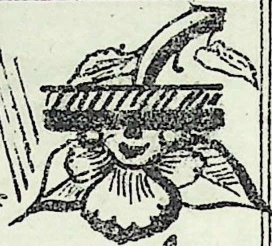
ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست

کرشن داس جی سلطنت جےپور میں بڑے مشہور بھگت ہوگزرے ہیں۔ رگھونندن سوامی کے چرن کمل میں بھنورا کی مانند من لگائے رہتے تھے۔ سکھ، دکھ، راحت، مصائب، دوست و دشمن سب کو یکساں جانتے تھے۔ دنیا بھر کی عورتیں اُن کے نزدیک شکتی کا سروپ اور بھوانی درگا کی مانند پرستش کے قابل تھیں نفسانی خواہشات کا تو اُن کے دل میں ذرا بھی خیال نہیں تھا۔ مہمان نوازی میں اُن کا ثانی نہیں ملتا۔ سادھو ابھیاگت کی سیوا کے لیے جان تک لگا دینے والے، غرضیکہ کلجگ کے وہ ساکشات دیوی رشی ہی تھے

ایک دفعہ کرشن داس جی پہاڑ کی گپھا میں بیٹھے بھگوان کے بھجن میں ہمہ تن محو تھے۔ آنکھوں کے سامنے سے مایاوی پردہ اُٹھ چکا ہوا تھا۔ دروازے پر ایک شیر آ گیا۔ کرشن داس جی نے اُسے مہمان سمجھ کر اُسے گلے سے لگا لیا پھر اپنے زانو کا ماس کاٹ کاٹ کر اُسے بڑے پریم سے کھلانا شروع کیا۔

اُسی وقت اس اندھیری گپھا میں بجلیاں کوند گئیں۔ اس چکاچوند روشنی میں بھگت کرشن داس جی نے دیکھا کہ شیر تو غائب ہے اور اُس کی جگہ پر بھگوان شنکھ، گدا اور پدم کے ساتھ چتربھج سروپ میں جلوہ گر ہیں۔ پھر کیا تھا۔ بھگت کرشن داس جی پر ایک بیخودی کا عالم طاری ہو گیا۔ بھگوان کی بلائیں لینے لگے۔ گا گا کر اور ناچ ناچ کر۔ آنکھوں سے پریم کی گنگا بہہ رہی تھی اور آتما بھگوان کی آتما سے سرگوشیاں کر رہی تھی:

(اوم شم)



جنتو بھگت

"تا کو کہا کلیش ہے جا کے رکشک آپ"

جُنتو سوامی کی بھکتی کے معجزات دُنیا کو حیرت میں ڈال دیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہو عشق حقیقی بھگوان کی سچی بھکتی میں تمام مادی، فطرتی اور مافوق الفطرت طاقتوں کا راز مضمر ہے عشق حقیقی و جذبہ بھکتی ایک ایسی عالمگیر علوی قوت وُدیعت شکتی ہے۔ جس کے نزدیک دُنیا میں کوئی بھی امر کوئی بھی کام ناممکنات میں سے نہیں۔ یہی جذبہ پاک، ولولہ بھکت جنتو سوامی کے دل میں کارفرما تھا۔ وہ گنگا و جمنا کے دوآبہ میں کسی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے کھیتی باڑی سے جو کچھ نفع ہوتا۔ وہ سب سادھو سیوا اور بھگوان کی پوجا میں لگا دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ چور آئے اور جنتو سوامی کے بیل چرا لے گئے۔ بھگوان نے جسطرح برج میں بچھڑے و بالک کی تخلیق کر کے برہما کا موہ دُور کیا تھا۔ اُسی طرح جنتو سوامی کے ہاں ہو بہو ویسے ہی بیل پرگٹ کر دیئے جیسے کہ چور چرا کر لے گئے تھے۔ چور جب دوبارہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بیل جو وہ ابھی چرا کر لے گئے تھے، سوامی کے ہاں ویسے ہی موجود ہیں۔ چور بہت حیران ہو کے واپس لوٹ کر انہوں نے اپنے گھر میں وہی بیل دیکھے چنانچہ وہ دوڑے دوڑے سوامی کے مکان پہ آئے۔ تو پھر وہی نظارہ دیکھا۔ غرضیکہ تین چار بار وہ اپنے گھر گئے اور سوامی جی کے ہاں آئے مگر انہوں نے ایک ہی وقت پہ وہی بیل دو جگہوں پہ موجود پائے۔ آخر جب وہ بہت حیران و پریشان ہوئے مگر حقیقت حال کا پتہ نہ چلا۔ تو سوامی کے قدموں پہ گر پڑے اور سارا حال من وعن کہہ سُنایا۔ سوامی جی نے مسکرا کر کہا بھئی یہ سب معجزات بھگوان کے ہیں۔ تم اپنا کام کرتے جاؤ، ہم اپنا کام کرتے جائیں گے تمہیں ان باتوں سے کیا؟ چوروں کو یقین ہو گیا کہ یہ بڑے شکتیمان پریم کے بھکت ہیں اور فوراً وہ بیل جو وہ چرا کر لے گئے تھے۔ سوامی جی کے ہاں لا کر باندھ دیئے۔ اس وقت بھگوان کی اچھیا سے مایاوی بیل غائب ہو چکے تھے۔ وہ چور اُسی دن سے چوری کی بُری عادت کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر سادھو بن گئے۔

ہیں تیرے سوا سارے سہارے کمزور
وفا کرو کہ جفا اختیار ہے تم کو

سب اپنے لئے ہیں تو سب کیلئے
بُرے ہیں یا بھلے جیسے ہیں تمہارے ہیں

ہر شئے میں جمال دلربا کو دیکھا
مخلوق میں خالق نظر آیا جس کو

ہر چیز میں شان کبریا کو دیکھا
اُس دیکھنے والے نے خدا کو دیکھا

ظاہر کی آنکھ سے نہ دیکھا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

بھگوان کا مندر

مرسلہ رائے صاحب ملکھراج جی چڈھا کلکتہ

بڑی شردھا سے تو پیارے پربھو کے گیت گایا کر
اُسی کے نام کی مستی سدا من میں بسایا کر

بھلا انسان ہی وہ کیا رہے مایوس جو ہر دم
تو اپنی آتما کی شکتیوں کو آزمایا کر

نہیں سمجھو یہ اوروں کے بنائے سے جو بن جائے
تو اپنے نیک کرموں سے سوئی قسمت جگایا کر

بھلائی کر بھلا چاہے۔ بُرائی سے بُرا ہوگا
تو اپنی بھاوناؤں کو پرم پاون بنایا کر

نہ کوئی رُوپ ناہیں رنگ ہے بھگوان کے تیرے
تو اپنی آتما میں پریم کا دیپک جلایا کر

بڑا سوبھاگیہ ہے تیرا جو مانو تن ملا تجھ کو
اِسے بھگوان کا مندر سمجھ کر تو سجایا کر

سمجھتا دُور ہے پاون پربھو کے دھام کی نگری
ہے تیرے پاس ہی ہر دم ذرا گردن جھکایا کر

شری ۱۰۸ سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

وِشواس یا ایمان

(یہ لیکچر ستمبر ۱۹۰۵ء کو فیض آباد میں ہوا)

سوامی جی نے فرمایا کہ دھیان سے پہلے ہم سبھوں کو دھیان کر لینا ضروری ہے۔ یعنی اس بات کا خیال کریں کہ ہم سب میں ایک ہی آتما ویاپک ہے۔ ایک ہی سمندر کی ہم سب لہریں ہیں۔ ایک ہی تاگے میں ہم سب مالا کے موتیوں کی طرح پروئے ہوئے ہیں۔

پھر تھوڑی دیر تک ایک عالم خاموشی رہا اور سوامی جی اور حاضرین اس دھیان میں ڈوب گئے۔ از اں بعد اوم کو باآواز بلند کہہ کر سوامی جی نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

بنا سپتی BOTONY علم نباتات کا یہ ایک مسلہ ہے کہ ماہ جون سے پودے پھول نہیں دیتے اور وہ اپنے پتوں کو اس طرح شو کھا دیتے ہیں کہ اُنکے سامنے پھول بھی مات ہو جاتے ہیں۔ خواہ رنگت کے لحاظ سے دیکھو خواہ خوشبو کے خیال سے رنگ و بو دونوں میں وہ پتے کسی حالت میں کمتر نہیں ہوتے۔ بلکہ زور اور طاقت کے لحاظ سے وہ پھولوں سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ اُنمیں بجائے پھولوں کی نزاکت اور کمزوری کے زور اور طاقت ہوتی ہے اسکا باعث کیا ہے اسکا سبب بھی وہی برہم چریہ ہے یعنی پشپوں (پھولوں) کا بواہ ہونا ہے مگر وہ پودے جو پھولتے نہیں۔ برہم چاری رہتے ہیں۔

جب یہ بات درختوں میں پائی جاتی ہے تو کیا انسان میں اسکا ظہور نہیں ہے۔ ہماری نگاہ ست حقیقت پرمیشور میں اس طرح جمنی چاہیئے کہ اسکے سامنے اس جگت کے پدارتھ سب کے سب بیکار بے حقیقت نظر آنے لگیں۔

حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا　　سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

رام اسی حالت کا نام ابھیاس۔ یقین۔ شردھا۔ وشواش یا اسلام بتلاتا ہے۔

وحشی قوموں کا ذکر ہے کہ رات کو وہ جاڑے کے مارے ٹھٹھر رہے ہیں۔ اگر کسی نے ان کو کمبل دیدیا تو اوڑھ لیا۔ پھر جہاں صبح ہوئی اور دھوپ نکلی پھر جس نے چاہا۔ ایک مصری کی ڈلی دیکر کمبل لے لیا۔ رات ہوئی اب پھر کانپ رہے ہیں۔ پھر دوسری رات کو کمبل پایا۔ اوڑھا اور دن میں کسی نے ایک ذرا سی مصری کی ڈلی کا لالچ دیکر اُن سے کمبل لے لیا یعنی اب اُن کو اس مصری کی ڈلی کے سامنے وہ رات کا جاڑا جو اب سامنے موجود نہیں ہے۔ یاد نہیں آتا۔ اسی طرح ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو اپنے کو وحشی نہیں کہتے مگر وہ اُس چیز کو نہیں مانتے

جو اُن کی آنکھوں کے سامنے اس وقت موجود نہیں۔ یعنی وشواش نہیں رکھتے۔ اُس چیز کا ماننا جو اُن کی آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہے۔ وشواس۔ یقین FAITH یا اسلام کہلاتا ہے۔ ایک دفعہ دیوتاؤں کا اسُروں کے ساتھ یدھ ہوا۔ دیوتا لوگ اسُروں سے طاقت میں کم تھے۔ اُن کے گرو برہسپتی نے چارواک کی فلاسفی اسروں کو سکھلائی۔ اس فلاسفی کے ایسے ہی اصول ہیں۔ کر کھاؤ پیو اور مزے اُڑاؤ۔ اور کسی چیز کو جو تمہارے سامنے نہ ہو۔ مت مانو۔

جس قوم میں نیکی۔ ست یا ایشور پر وشواش۔ شردھا یا اسلام نہیں ہے وہ قوم فاتح نہیں ہوسکتی۔ ایک صاحب نے آج رام سے یہ شکایت کی کہ وشواس نے ہندوستان کو برباد کر دیا۔ وہ صاحب وشواس کا ارتھ نہیں جانتے ہیں۔ لو آج رام وشواس کے بارہ میں کچھ بولے گا۔ والٹ وٹمین WALT WHITMAN جس کا ذکر میں نے کیا تھا اور جس کے نام پر آج سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی جنہوں نے اس کے آنند بھرے کلام کو پڑھا ہے۔ اُس طرح جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ جس طرح عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ اور اہل اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہندو لوگ بھگوان رام یا کرشن پر اپنی کتاب موسومہ بہ (اوراق گیارہ) LEAVES OF GRASS میں اِس طرح لکھتا ہے کہ آسمان پر تارے اور زمین پر ذرّے صرف دھرم یا وشواش کی خاطر چمکتے ہیں۔ اس امریکن مصنف کا حوالہ رام اس وجہ سے دیتا ہے۔ کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یوروپ اور امریکہ والے سب کے سب ناستک ہوتے ہیں۔ یعنی ایشور کو نہیں مانتے۔ بھلا یہ کب ممکن ہے کہ بلا ایشور میں وشواس کیے ہوئے کوئی ملک ترقی کر سکے ہاں بیشک وہ ایسے ایشور کو نہیں مانتے۔ جو آدمیوں سے الگ۔ دُنیا سے پرے کہیں بادلوں کے اُوپر بیٹھا ہوا ہے۔ کہیں اس کو وہاں نکام نہ ہو جائے۔ اور جس ملک میں شک گھر کر لیتا ہے۔ اُس ملک کی حالت تباہ ہو جاتی ہے۔ اِس مرض کا جلد ہی علاج کرو۔ ورنہ یہ مرض مہلک تپ دق ہو جائیگا۔ بہادری یقین والوں کے لئے ہے

مرنا بھلا ہے اُس کا جو اپنے لئے جیئے
جیتا ہے وہ جو مر چکا انسان کے لئے

کہاں عرب کا ریگستان کہ جہاں ایک امی جنگلوں میں رہنے والے یتیم کے دل میں اسلام (شردّھا) وشواس کی آگ بھڑک اُٹھی یعنی سوائے اللہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ (ایک میوا دوتیم) اِس بات کا یقین اُس کے دل میں جم گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے جگر میں آگ بھڑکی۔ اور اس ریگستان میں پڑی جہاں ریگ کا ایک ایک ذرہ آتش فشاں

بارود کا چھرا بن گیا - اور ساری دنیا میں ایک ہل چل مچ گئی۔ GRANADA گرینا ڈا سے لیکر دہلی تک اور یورپ ایشیا اور افریقہ کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک آفت مچا دی یہ کیا تھا - یقین اور ایمان کا زور وشواش کی طاقت نہ کہ تلوار اور بندوق کی طاقت جیسا کہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں - کہ بندوق اور تلوار کے زور سے اہل اسلام نے فتح پائی -

جس وقت محمد غوری اور محمود غزنوی ہندوستان میں آئے - تو وہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے - اور ہم لوگ دل کے دل - مگر کیا وجہ تھی - کہ ہماری شکست ہوئی اور اُن کی فتح اسکی وجہ وہی یقین یا وشواش تھا - جب تک دل میں یقین نہ ہو - ہاتھ میں طاقت کبھی نہیں آتی - جب دل میں وشواش بھرتا ہے - تو ہاتھ اور بازو طاقت سے پھڑکنے لگتے ہیں - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رام بی - اے کا امتحان دے رہا تھا - ممتحن نے ریاضی کے پرچہ میں ۱۳ سوال دیکر اوپر یہ لکھ دیا - کہ ان تیرہ سوالوں میں سے کوئی سے ۹ سوال حل کرو - چونکہ رام کے دل میں یقین جوش مار رہا تھا - اُس نے اُسی عرصہ میں سب تیرہ سوال حل کر کے لکھ دیا کہ ان تیرہ سوالوں میں سے کوئی سے ۹ جانچ لو - حالانکہ ان ۱۳ سوالوں میں سے باقی طالب علموں نے مشکل سے ۳ یا چار سوال حل کئے تھے -

جیمس JAMES بھی ایسا کہتا ہے - کہ فتح یابی اُس کی ہے - جس کو یقین یا وشواش ہے - اور یہی روحانی قانون ہے وشواش کے بارہ میں بیان کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہیئے - کہ دو چیزیں ہوتی ہیں - ایک تو وشواس اور دوسرا امت جس کا ترجمہ (۱) یقین (۲) عقیدہ - (۱) Faith - (۲) Creed - ہے (CRUSADE) یعنی عیسائیوں کے اُس جہاد کا ذکر رام سناتا ہے - جس میں رچرڈ اول شاہ انگلستان بھی شریک تھا - جب عیسائی لوگ یروشلم میں ہارنے لگے تو ایک بوڑھا آدمی اُن میں سے یوں بول اُٹھا - کہ میں نے جبرائیل کو دیکھا - جس نے مجھ سے یہ کہا - کہ اسی زمین کے تلے جہاں ہم لوگ لڑ رہے ہیں وہ نیزہ دبا ہوا ہے جس سے حضرت مسیح چھوئے گئے تھے - اگر وہ نیزہ مل جاوے تو ہماری فتح ضروری ہوگی - اِس کوشش کر لوگوں نے اُس زمین کو کھودنا شروع کر دیا - مگر کوئی نیزہ نہ ملا - کھودتے کھودتے آخر کار ایک نیزہ نہایت بوسیدہ زمین میں سے نکلا - وہ لوگ اُس نیزہ کو عیسےٰ والا نیزہ جان کر جی توڑ کر لڑنے لگے - اور آخر کار وہ فتح یاب ہوئے - مرتے وقت اُس بوڑھے شخص نے پادری کے سامنے اِس امر کا اقرار کیا - کہ میں نے یروشلم کی لڑائی میں نیزہ والی کہانی گھڑ دی تھی - تاکہ فتح ہو - چاہے کچھ ہو مگر وہ بات اُس وقت کام کر گئی - اُس کہانی کا وہ حصہ جس سے لوگوں کے دلوں میں یقین بڑھ گیا - وشواس FAITH ہے اور کہانی مت (عقیدہ) ہے یقین کی طاقت زندگی ہے - رام اُوپر کے عقیدے پر زور نہیں دیتا - وہ تو اندر کی آگ آپ ہی میں سے نکالا چاہتا ہے -

لوگ کہتے ہیں کہ یورپ کے بڑے بڑے آدمی ناستک ہیں - بریڈلا اور ہربرٹ سپنسر کو عیسائیوں

اور مسلمانوں یا دوسرے مذہب والوں کے خدا کو نہ مانتے تھے۔ مگران میں یقین اور وشواش ضرور تھا۔ اوران لوگوں کے چال چلن آپ لوگوں کے پنڈتوں۔ مذہبی لوگوں۔ اور واعظوں سے بدرجہا بہتر تھے برہڈلا نیچر کے لافانی قانون پر ایمان رکھتا تھا۔ اسی بشواس یا ایمان نادیدنی چیز پر یقین لانے کا نام ہے۔ اور یہ ہی مذہب وشواس یا اسلام ہے اور بغیر اس کے کوئی ترقی نہیں کرسکتا آرکی میڈیز ARCHIMEDES کہا کرتا تھا۔ کہ اگر مجھ کو ایک نقطہ کھڑے ہونے کے واسطے مل جاوے تو میں تمام دنیا کو الٹ دوں گا۔

رام بتلاتا ہے کہ وہ قائم نقطہ تمہارے ہی پاس ہے۔ اگر تم اس آتم دیو کو جو دور سے دور اور نزدیک سے نزدیک ہے جان لو تو وہ کونسی چیز ہے جسکو تم نہیں کرسکتے ہو۔

وہ کونسا عقیدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا
ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

"باقی پھر"

آ گئے مجبور ہو کر وہ۔ دُعا کے سامنے

شری نریندر ناتھ شرما۔ نرنیدر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس

سرنگوں ہو کر خودی رکھدی خدا کے سامنے
نالۂ دلسوز نے ہیجان وہ برپا کیا

بے نیاز خلد ہوں۔ دنیا کی کچھ چاہت نہیں
مات کھا کر شانِ رحمت سے دبی خوئے عدل

شدتِ جوشِ جنوں میں دل میں یوں آتا ہے آج
عاجزی سے سرفراز مجھ کو جوشِ عشق نے

دل کی راہ سے وہ دیا کرتے ہیں بندوں کو پیام
دیدہ و دل میں تصور۔ لب پہ اُن کا نام ہو

لو۔ فنا تحلیل ہوتی ہے۔ بقا کے سامنے
آ گئے مجبور ہو کر وہ۔ دُعا کے سامنے

ہیچ ہیں سب اُنکی دیدِ جانفزا کے سامنے
ہاتھ ملتی رہ گئی۔ دستِ سخا کے سامنے

جسم و جاں رکھدوں نذر اُس نقشِ پا کے سامنے
ہر تمنا محو ہے اُن کی رضا کے سامنے

گوشِ دل رکھئے کُشا اُنکی صدا کے سامنے
مال و زر کیا؟ اس متاعِ بے بہا کے سامنے

کچھ حقیقت سے ہوا شاید یہ اِسکی آشنا
مسکراتا ہے نریندر جو قضا کے سامنے

ایک اونکار　　ست گور پرشاد

اوتار وار

پریش پرشوتم پرچار انسٹی ٹیوٹ جانشین اشوط بھکتی

سنت نرائن سنگھ جی مہاراج

اے میرے بھائیو۔ آؤ ہم مال و دولت کا گھمنڈ۔ ودّیا کا ابھمان۔ حکومت کا غرور۔ اولاد اور بندھوؤں کا سہارا اور تمام شبھ کرموں کا اہنکار تیاگ کر پرشوتم کا وچار کریں تاکہ ہماری نجات کا دروازہ کھل جائے۔

مانس جنم دُلبھ ہے ملے نہ بارے بار
جیوں بن پھل پاک بھوئے گرہ پھر نہ لاگے ڈار

یہ مانکھ دیہہ ہمیشہ پاس نہ رہے گی۔ جیسا کہ گرا ہوا پھل بھی دوبارہ اپنے پیڑ سے نہیں لگنے پاتا۔ جب خزاں کی ہوا چلے گی۔ تو خشک پتے کی مانند تم بھی اپنے درخت سے اڑائے جاؤگے اور کہیں کے کہیں بچھڑ کر اپنے مُول سے جُدا ہو کر پچھتاؤگے!

آہ پرشوتم! یہ کیسا سمے ہے! چاروں طرف اپنے مت متانتر کی منادی لوگ کر رہے ہیں۔ ایک مت دوسرے کی نندا کرتا ہے، یہ مذہب کے ٹھیکہ دار اپنے اشٹوں کی پرتشٹھا بڑھاتے اور دوسرے کی تُچھتا جتلاتے ہیں۔ لفظی بحث پر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار نظر آتے ہیں عمل میں پکے ناستک اور بول چال میں اپنے تئیں ایشور کے اُپاسک بتلاتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کئی تو اپنے کو خدا کا ہی نمائندہ کہلاتے ہیں۔ اور بعض صرف ایک دو دن مہاپرش بننے کی خاطر بھیکھ دھارن کرکے لوگوں میں آتے جاتے ہیں۔ اور کئی محض دوسروں کو ٹھگنے کی خاطر بھجن اور گیت گاتے ہیں۔ سادھو

بن کر بھی کئی وشے وکاروں کے مانس پر چیل کی مانند منڈلاتے ہیں۔ آہ میرے پرمیتم! یہ سارے تجھ پرشوتم کو ہی آخر جھٹلاتے ہیں! جس نے تجھے ٹھیک جان لیا۔ اس کا دوبارہ جنم بھوساگر میں نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ پھر جھوٹ پرپنچ میں عزت یا مان بڑائی کے لئے تجھ سے بےمکھ ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے کیرتن بھجن اور سوادھیائے کیا۔ اور پرشوتم کو پرے ہٹا کر اپنی پوجا کرانے کو گورو بن بیٹھے وہ بھیانک ناستک جاننے چاہئیں۔ اگرچہ ظاہر میں وہ آستک بھی کیوں نہ ہوں۔

اے بھائیو! ایسے لوگوں سے خبردار رہو! رامانند سوامی کے شاگرد شری کبیر صاحب جی جاکر بنے۔ لیکن رامانند مہاراج خود بھی پرشوتم رام کے اُپاسک تھے اور اپنے سکھ کو بھی پرشوتم کی اُپاسنا سکھلا کر بھوجل سے پار کیا۔ اسی طرح بھگت نام دیو جی نے بھی پرشوتم کی پوجا کرتے ہوئے ہی اپنے گورو کی دیکھیا کی بدولت ایشور کا درشن کیا۔ سارے بھگت مالی پڑھ کر دیکھو۔ کوئی ایک بھگت بھی ایسا نہیں ہوا۔ جس نے پرشوتم کی اُپاسنا کے بغیر کوئی سدھی حاصل کی ہو۔ اس لئے پورب کے بھگتوں کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے پرشوتم پرایَن ہوا ہی موکش کا ادھکاری ہوتا ہے۔

آج کل کیوں ناستک پن بڑھ رہا ہے۔ اسی وجہ سے کہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے سورج کا دھنیہ باد کرنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ بیشک ہماری آنکھیں پرماتما کی شکتی سے دیکھتی ہیں۔ لیکن پرماتما ہمیں سورج کے پرکاش کو بیچ میں رکھ کر ہی دیکھنے کے قابل بناتے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ہم سب کا پیدا کرنے والا ایشور ہی ہے۔ لیکن ایشور نے ہم کو اپنے پتا کے ذریعہ سے پیدا کیا ہے۔ آج کل کے آستکوں کی پرشوتم سے بےمکھتا ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ہمیں ایشور نے پیدا کیا ہے۔ پتا کا کوئی احسان ہمارے سر پر نہیں ہے! یہ کیسا اندھیر ہے! اسی خیال نے ماں باپ کا نام بھی گنوا دیا!

اے بھائیو! ایشور نے ہمیں اپنے پتا کے سنوگ سے پیدا کیا ہے اور ہمارے پتا کے پیدا کرنے والے بھی ایشور ہی ہیں۔ اسی طرح روحانی زندگی ہمیں پرشوتم کے پرساد سے ملے گی۔ جو لوگ گورو پرشوتم سے بےمکھ ہیں۔ اُن کیلئے گوربانی میں لکھا ہے۔ "سیوا کیر سے پوت جیوں نا پتا نام نہیں جاسئے" "پرشوتم سے بےمکھ لوگوں کو دیشوا کے پوت کہا ہے کہ وہ اپنے باپ کا نام بتا نہیں سکتے۔

اگر ہم دھرم راج کے ڈنڈ سے چھوٹنا چاہتے ہیں۔ تو پرشوتم کی شرن لینے سے ہی ہماری خلاصی

ہوگی۔ گوربانی میں ہم سنتے ہیں "آنند مول دھیایو پرکھوتم سمرت آنندانند سے دھرم رائے کی کاٹم پھاہی سب چوکے مایا پھندے" ارتھ اُس آنند کے سرچشمہ پرشوتم کا دھیان کیا۔ اور اس دھیان کے دوارا ہری سمرن کیا۔ دھرم رائے کا ڈنڈ سر سے اُتر گیا اور مایا کی پھانسی گلے سے کٹ گئی۔

ہم پہلے کہہ آئے ہیں۔ کہ یہ برہم گیان دنیا میں پرشوتم کی زبان سے کلپ کے آدمیں شوبھ کو ہدایت ہوا اور ایسے ہی پرمپرا سے رشیوں نے اس کو جانا۔ لیکن جب دھرم دھول کے پاؤں نہایت کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو پرشوتم انسانی جامہ پہن کر پھر دنیا میں اوتار دھارن کرتے ہیں۔ اور اِس سناتن گیان کو پھر از سرِ نو اپنے منہ سے ادھکاری بھگتوں کو سناتے ہیں۔ اور اس طرح سے دھرم کو لوپ ہونے سے بچاتے ہیں۔ جگا جگنتر ایسے ہی ایشور کا نیم چلا آیا ہے۔ کہ اگیان کا ناش کرتے اور گیان کا پرکاش کرتے ہیں۔

ست یگ میں پرہلاد کی رکشا کرنے کو پرشوتم نرسنگھ روپ ہو کر پرگٹ ہوئے۔ گوربانی میں آیا ہے۔

"بھگت ہیت ماریو ہرناکش نرسنگھ ہوئے دیہہ دھریو
نانک کہے بھگت کیسو۔ اچھوں لگے دوار کھریو"

پرہلاد کو بچانے کے لئے پرشوتم نے ہرن کشپ کو نکھوں سے بدارن کیا۔ اور پرہلاد کو اپنے ہاتھوں سے راج تلک دے کر سنگھاسن پر بٹھایا۔ اور سمپورن گیان کا بھید اپنے منہ سے اُسے سُنایا۔

دھرو۔ پانچ برس کے بالک کا پریم دیکھ کر پرشوتم نے درشن دیا۔ پھر راجہ بلی کا ہنکار دُور کرنے کو باون روپ ہو کر اس کے دوار پر جا کھڑے ہوئے اور اُسے چھل کر پاتال میں لے گئے۔

تریتا یگ میں راجہ راون کا ظلم سہارا نہیں جاتا تھا۔ دیوتا لوگ اس سے دُکھی ہو رہے تھے۔ اس کا ابھیمان توڑنے کے لئے پرشوتم۔ راجہ رام بن کر پرگٹ ہوئے۔ گوتم رشی کی استری اہلیا کا اُدھار کیا۔ وبھیکھن کی بھگتی کا پھل دینے کے لئے راون کے سیس کاٹ کر لنکا کو تباہ کر دیا۔ ساگر پر پتھروں کو تیرا کر ٹک گئے۔

سیت کئے جن ساگر پر — سب دیون کے دُکھ دُور مٹائے
راون کے دس سیس کٹے — اور وبھیکھن کے سر چھتر پھرائے
گوتم نار اُدھار کری — متھلاپتی کے جن بھون سہائے
سیا سمیت تھو رتن کون — اِک آس دیکھ مہاں ہرکھائے!

دواپر یگ میں کنس کا ناش کرنے کو پرشوتم شری کرشن ہو کر ظاہر ہوئے۔ برہما اور اندر آدک کو اپنی اسچرج لیلا سے مہت کر دیا۔ اور پھر انہیں اپنی مہان شکت دکھلا کر اپنا پرشوتم بھاو پرگٹ کیا۔ دریودھن کا ناش کرنے کے لیے مہابھارت کا کھیل رچکر گھوسیدھ کا اکھاڑہ باندھا۔ پنچال کے راجہ دروپد کی پتری سی دروپدی کو راج سبھا میں پرشوتم نے ننگن ہونے سے بچایا۔ ہم گوربانی میں سنتے ہیں۔

پنچالی کو راج سبھا میں رام نام سُدھ آئی۔ تا کو دکھ ہر لیو کرونا مے اپنی پیج بڈھائی"

اس طرح مہاراج نے اپنا پرتاپ اپنے بھگت جنوں کو جتلا کر اُن کا نسچے وردھ کیا۔ سلسلہ بھگت کی آپدا دُور کی۔ دریودھن کا راج محل چھوڑ کر بھگت وِدُر کا ساگ پات کھا کر بھگت وتسل بھاو کو روشن کیا۔ جب دریودھن نے پوچھا۔ کہ آپ نے کیوں ایسا کیا۔ ہمارے شاہی محلوں میں کیوں نہ رہے! تو پرشوتم بولے۔

"بھاؤ جھپیا بدر دے۔ ہور دے چت چاؤ نہ چکھیا!
تیرے بھاؤ نہ دیسئی۔ میرے ناہیں آپدا دُکھا!
گووند بھاؤ بھگت دا بھکھا"

اے راجن جو پریم پدر کے ہر دے میں ہے۔ اسکا عشر عشیر بھی میں کہیں دیکھنے نہیں پاتا۔ تو اُوپر سے بہت کچھ بناوٹ کرتا ہے۔ لیکن تیرے دل میں میرا پریم ذرا بھی نہیں۔ اور میں کسی مشکل میں بھی نہیں ہوں۔ میں تو محض پریم بھاؤ کا بھوکا ہوں۔

اے بھائیو پرشوتم نے کلی یگ کی دُردشا دیکھ کر دُکھی جیووں پر دیا کی۔ اور شری گورو نانک دیو جی ہو کر فقیری اجامہ میں اوتار دھارن کیا۔ ہم گوربانی میں سنتے ہیں۔

"ست جُگ تیں مانیو۔ چھلیو بل باون بھایو۔ تریتے تیں مانیو رام رگھونس کہایو۔ دوا پر کرشن مرار کنس کرتارتھ کیو۔ اُگرسین کو راج ابے بھگتہ جن دیو کل جُگ پرمان۔ نانک گر انگد امر کہایو۔ شری گورو راج اچل اٹل آدپرکھ فرمایو"

ہے پرشوتم تونے باون روپ دھار کر ست یگ میں بھگتوں کو نہال کیا۔ تریتا میں رگھوونس کو پوتر کیا۔ اور رام روپ دھارن کیا۔ دوا پر میں کنس کو کرتارتھ کیا۔ اور اُگرسین کو ابھے پد دیا۔ کل یگ میں آپ گورو نانک نرنکاری ہو کر پرگٹ ہوئے۔ اور اپنی جوت کو شری گورو انگد دیو اور شری گورو امر دیو جی آدک کے سر میں ٹکایا۔ اور دھرم کو از سر نو تازہ کیا۔ ست گورو روپ تجھ پرشوتم کو ہمارا نمسکار ہو!

پرماتما کہاں ہیں

پنڈت برندابن شاستری
ایم اے ایم او ایل دیال سنگھ

صوبہ بمبئی کے شہر سورت میں ایک چیار کی دوکان پر دور و نزدیک کے ملکوں کے رہنے والے چا پینے آتے ہیں۔ ایک دن وہاں ایک ایرانی مُلّا بھی آپہنچا۔ اُس نے اپنی ساری جوانی پرمیشور کا اصلی رُوپ جاننے اور اس پر کتابیں لکھنے اور پڑھنے میں گنوائی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ ناستک ہی ہو گیا۔ اور دہریہ پن کا پرچار کرنے لگا۔ شاہ ایران نے اس کی اس روش کو پسند نہ کر کے جلا وطن کر دیا۔ افسوس تمام عمر دنیا کے بنانے والے کی تلاش کرتا ہوا یہ بدقسمت آخر میں خود علم وعقل کو جواب دے کر یہ ماننے پر اُتر آیا۔ کہ اس جہان کا کوئی بنانے والا ہی نہیں۔

اس کے ساتھ ایک اس کا حبشی غلام بھی تھا۔ مُلّا تو دوکان میں چلا گیا۔ لیکن حبشی باہر بیٹھ کر دھوپ سینکنے لگا۔ مُلّا نے افیم کی گولی چڑھا کر اُوپر سے چاء کی پیالی پی۔ اور پھر اپنے حبشی غلام کو بلا کر نشے کی ترنگ میں اس سے یوں بات چیت کرنے لگا۔

مُلّا:- ابے نالائق! بتا کہ خدا کہیں ہے کہ نہیں۔

حبشی:- حضرت کہیں خدا کے ہونے میں بھی شک ہو سکتا ہے۔ خدا ہے۔ اور ضرور ہے (ایک کاٹھ کی مورتی دکھا کر) یہ دیکھئے یہ میرا خدا ہے جو ہمیشہ میری حفاظت کرتا ہے ہمارے ملک میں اس لکڑی کو جس کا یہ بنا ہوا ہے۔ بہت متبرک سمجھتے ہیں۔

جب مُلّا اور اس کے حبشی غلام میں یہ بات چیت ہو رہی تھی۔ اس وقت اور بھی بہت سے آدمی دوکان میں موجود تھے۔ چنانچہ ان دونوں آقا اور غلام کی گفتگو سُن کر ایک برہمن بولا۔ ارے رام رام! تو تو بڑا مورکھ ہے۔ پرماتما کہیں جیب میں سما سکتا ہے وہ تو ادوتیہ (لاثانی) سارے جگت کا کرتا (بنانے والا) اور ہرتا (بگاڑنے والا) ہے۔ اس سردستان کے مندر تو تری گنگا جی کے کنارے بنے ہوئے ہیں۔ وہاں کے پجاری بھی

اس پرماتما کا اصلی روپ جانتے ہیں۔ اور کوئی کب جان سکتا ہے۔ ہزاروں سال کے الٹ پھیر سے بھی ان پجاریوں کی عزت اور طاقت میں کوئی کمی نہیں آئی جس سے ظاہر ہے۔ کہ بھگوان خود اُن کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) یہ سن کر ایک یہودی بولا۔ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! اوسچے خداوند کا گوشہ نشان میں نہیں۔ اور نہ وہ برہمنوں کی حفاظت کرتا ہے۔ برہمنوں کا بھگوان سچا نہیں ہے۔ سچا خدا ابراہیم واسحاق اور یعقوب کا خدا ہے۔ وہ سوائے بنی اسرائیل کے اور کسی کی حفاظت نہیں کرتا۔ روزِ ازل سے ہماری قوم خدا کی پیاری قوم ہے۔ آج کل ہم لوگ جو گرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دراصل ہمارے امتحان کا زمانہ ہے۔ کیونکہ خدا ہمیں قول دے چکا ہے۔ کہ وہ ایک دن ہم سب کو یروشلم میں جمع کرے گا۔ اور اس وقت وہاں کے قدیم مندر کی شان دوبالا ہو کر کل دنیا پہ ہماری بادشاہت قائم ہو جائے گی۔

(۴) یہودی نے یہ لفظ ایسے جوش اور عقیدت سے کہے۔ کہ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں پریم کے آنسو جھلک آئے۔ مگر ایک رومن کیتھولک پادری صاحب یہ سُن کر بہت بگڑے اور بولے جھوٹ! جھوٹ!! بالکل جھوٹ!!! تم خداوند خدا کو غیر منصف ٹھیراتے ہو۔ وہ سب سے پریم کرتا ہے صرف تم سے ہی نہیں۔ مانا کہ وہ زمانہ گزشتہ میں تمہاری امداد کرتا تھا۔ لیکن ۱۹۰۰ برس ہوئے وہ خداوند خدا تم سے ناراض ہو گیا۔ اس لئے آج کوئی بھی آدمی تمہارا مذہب قبول نہیں کرتا۔ اور وہ دن گھٹتا جا رہا ہے۔ پرماتما اگرچہ سب کو ایک نظر سے دیکھنے والا ہے۔ مگر رومن کیتھولک مذہب قبول کئے بنا نجات ملنی ناممکن ہے۔

ایک پروٹسٹنٹ پادری یہ سُن کر بولا۔ پادری صاحب یہاں آپ نے بھی غلطی کھائی۔ کہ نجات کے لئے رومن کیتھولک ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کا قول ہے۔ کہ جو شخص دل۔ زبان اور فعل سے انجیل پہ بھروسہ رکھے گا۔ وہ ضرور نجات حاصل کرے گا۔

(۵) پادریوں کی یہ باتیں سُن کر ایک ترک بگڑ کر بولا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ تم سب کا عقیدہ بالکل غلط ہے۔ صرف تیرہ سو برس ہوئے حضرت محمد رسول اللہ خاتم المرسلین نے سچا دین پھیلا کر تمہارا سب مذہب رد کر دیا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یورپ۔ ایشیا اور چین میں دین اسلام کی روشنی کس تیزی سے پھیل رہی ہے۔ آپ خود جانتے ہیں۔ کہ خدا یہودیوں سے خفا ہے پھر اسلام قبول کرنے میں کیا تامل ہے؟ حضرت خاتم المرسلین کی شفاعت کے بغیر نجات ناممکن ہے شیعہ بھی کافر ہیں۔ صرف سنی جماعت مذہب والے اصلی رب کو پائیں۔

پاس ہی ایک ایرانی بیٹھا تھا حضرت علیؑ کا پیرو موجود تھا۔ ترک کی آخری بات سُن کر اس کے تن بدن میں

آگ لگ گئی۔ اور وہ کچھ جواب دیا ہی چاہتا تھا کہ اور اور جلسیوں۔ عیسائیوں۔ تبت کے رہنے والے لاماؤں اور پارسیوں وغیرہ میں مذہبی باتیں ہوتے ہوتے تکرار ہوچکی۔ اور خوب شور وغل مچ گیا۔ اس لیے سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اور ایرانی کے دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ وہ کچھ نہ بول سکا۔ جھگڑا کرنے والوں میں ہر شخص یہی کہتا تھا۔ کہ میرے ہی مذہب میں سچا پرمیشور ہے اور ہم ہی اصلی طریقہ سے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ غرضیکہ ایسی ہل چل مچی ہوئی تھی۔ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

اس طوفان بدتمیزی میں صرف ایک چینی تھا۔ جو آنند سے ایک میز پر بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا۔ اور ہلڑ کو دیکھ کر کبھی کبھی مسکرا دیتا تھا۔

ترک نے اُسے بھی سُنی مسلمان سمجھ کر کہا "بھائی صاحب! تم چپ چاپ کیوں بیٹھے ہو۔ میرے کلام کی تائید کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے جتنے چینی سوداگر ملے ہیں۔ انہوں نے یہی بتلایا ہے۔ کہ آپ لوگ سب مذہبوں سے اسلام کو برتر سمجھتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ کو بھی ضرور اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیئے۔"

یہ سن کر چینی نے ہنس کر کہا "بھائیو! خاموش ہو جاؤ!! جو میں کہتا ہوں اُسے سُنو!!! میری رائے میں ان مذہبی جھگڑوں کی اصلی جڑ جہالت ہے۔ اس کے متعلق میں آپ کو ایک کہانی سناتا ہوں۔"

کہانی کا نام سنتے ہی سب لوگ مذہبی قیل و قال چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو گئے اور ایک دم قہوہ خانہ میں خاموشی چھا گئی۔

چینی بولا۔ دوستو! جس جہاز میں میں چین سے یہاں آیا ہوں۔ وہ ساری دنیا کے گرد گھوم چکا تھا۔ آتے ہوئے ہم پانی لینے کے لئے ایک دن ایک جزیرہ کے مشرقی ساحل پر ٹھہرے۔ کنارے پر ناریل کے درخت کھڑے تھے۔ ہم سب جہاز سے اتر کر ان درختوں کے سایہ میں جا کر بیٹھ گئے۔

اتنے میں وہاں ایک اندھا آیا۔ اس سے بات چیت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سورج کیا ہے؟ اس لئے اس نے سورج پر لگاتار اپنی نظر جمائی۔ اور آنکھیں بھی کھو بیٹھا۔ اس نے ہمارے پاس آکر اپنی رام کہانی اس طرح سُنائی شروع کی :۔

دیکھو! سورج کی روشنی پانی کی مانند نہیں۔ کیونکہ ہم اُسے پانی کی طرح ایک برتن سے دوسرے برتن میں نہیں ڈال سکتے۔ ہوا سے ہلا بھی نہیں سکتے۔ وہ آگ بھی نہیں۔ کیونکہ اگر آگ ہوتی تو جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اسے بھی بجھا دیتا۔ یہ آتما بھی نہیں۔ کیونکہ آتما کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ اور اسے سب آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ مادہ بھی نہیں۔ کیونکہ مادہ ہمیشہ یکساں نہیں رہ سکتا اور یہ ہمیشہ ایک سی بنی رہتی ہے پس ثابت ہوا۔ کہ سورج کی روشنی پانی ہے نہ آگ۔ روح ہے نہ مادہ تو پھر کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔

اتنے میں وہ سپاہی یہاں پانے کی کوشش کرتا ہوا آخر کار [illegible]

اس اندھے کے ساتھ ایک نوکر تھا۔ اندھا تو ہم سے باتیں کرتا رہا۔ اتنے میں اس کے نوکر نے ناریل کے ریشے اور دودھ سے ایک موم بتی بنالی۔

اندھا نوکر سے بولا "دیکھ بھائی کیسا اندھیرا ہے؟ میں نے تم سے ٹھیک کہا تھا۔ کہ سورج کچھ بھی نہیں۔ سب لوگ جھک مارتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ سورج ہے۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ سورج کیا ہے" نوکر بولا۔ "سورج کیا ہے؟ یہ جاننے سے تو مجھے کچھ مطلب نہیں۔ ہاں روشنی کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ دیکھئے میں نے یہ موم بتی بنائی ہے۔ یہی میرا سورج ہے۔ رات کو اسی کی مدد سے میں سب کام کر سکتا ہوں۔"

(۹) پاس ہی اس جزیرے کا ایک لنگڑا بیٹھا تھا۔ وہ یہ سن کر ہنسا اور کہنے لگا۔ "کہ معلوم ہے۔ کہ آپ پیدائشی اندھے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سورج ہے ہی نہیں۔ سنو! سورج آگ کا ایک گولہ ہے جو صبح کے وقت ہمیشہ سمندر سے نکلتا ہے اور رات کو ہمارے ٹاپو کے پہاڑوں میں جا چھپتا ہے مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ کے آنکھ نہیں ورنہ آپ خود ہی دیکھ لیتے۔"

یہ باتیں سن کر ایک ماہی گیر جو کہیں سے آنکلا تھا۔ خوب ہنسا اور بولا۔ "واہ جی واہ اس عقل پہ بھی کیا کہنا۔ شاید تم کبھی ٹاپو سے باہر نہیں گئے۔ اگر آپ ناؤ پہ بیٹھ کر کچھ دور سمندر میں جائیں۔ تو پتہ لگے۔ کہ سورج ٹاپو کے پہاڑوں میں نہیں چھپتا۔ بلکہ سمندر سے ہی نکلتا ہے اور شام کو سمندر ہی میں چھپتا ہے یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

(۱۰) اس پہ ہم میں سے ایک ہندوستانی بولا۔ "مجھے آپ کی حماقت پر بڑا تعجب ہوتا ہے سورج اگر آپ کی آگ کا گولا ہوتا۔ تو سمندر میں ڈوبنے سے بجھ نہ جاتا؟ سورج تو ساکھشات ایک دیوتا ہے۔ جو رتھ میں سوار ہو کر سمیر پربت کے گرد پھیرا کرتا ہے۔ کبھی کبھی کتّے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے پرتاپی براہمن پرارتھنا کرکے اُسے چھڑا لیتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو۔ کہ سورج صرف تمہارے ٹاپو میں ہی روشنی کرتا ہے۔ اور جگہ نہیں۔ یہ تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔"

(۱۱) یہ سن کر جہاز کا مالک ہنس کر بولا۔ کہ "واہ دیوتا کی بھی خوب کہی۔ سورج کوئی دیوتا نہیں وہ صرف ہندوستان میں ہی روشنی نہیں کرتا۔ میں نے دور دراز کے ملکوں کا سفر کیا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ سورج تمام دنیا کو روشنی بخشتا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ جاپان دیش سے نکلتا ہے اور انگلستان دیش میں جا چھپتا ہے۔ اسی وجہ سے جاپانی اپنے دیش کو نپن یعنی سورج کی جنم بھومی کہتے ہیں۔"

اس پہ ایک انگریز نے مسکرا کر کہا۔ "تم سب مورکھ ہو۔ سورج کی چال کا ہم نے پتہ لگایا ہے۔ وہ کہیں سے نہ نکلتا ہے۔ نہ چھپتا ہے ہمیشہ زمین کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ اگر یہ بات ہوتا تو بھی

ہم زمین کا چکر کاٹ کر آئے ہیں۔ کہیں نہ کہیں ہم سورج سے ضرور ٹکراتے۔
کپتان۔ تم سب عقل کے کوہو ہو۔ اور دوسروں کو بیوقوف بنا رہے ہو سورج زمین کے گرد نہیں گھومتا۔ بلکہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ وہ اپنے دُھرے پر پھرتی ہوئی چوبیس گھنٹہ میں ایک "چکر" پورا کرتی ہے۔ جو حصہ گھومتے وقت سورج کے سامنے ہوتا ہے وہاں دن ہوتا ہے۔ باقی سب جگہ رات ہوتی ہے سورج کسی خاص پہاڑ۔ جزیرہ سمندر یا ملک میں روشنی نہیں دیتا۔ بلکہ تمام جہان میں اُجالا کرتا ہے۔ غور سے آسمان کی طرف دیکھو۔ تو ظاہر ہو جائے گا۔ کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ ہے۔

۱۲ یہ کہکر وہ چینی بولا۔ اس مثال سے آپ سمجھ گئے ہوں گے مت متانتروں کے جھگڑے فقط جہالت کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ سورج کی مانند پرماتما سروویاپک ہیں۔ کسی ایک جگہ نہیں۔ بلکہ سب جگہ ہیں لیکن ہر ایک آدمی اپنے اور اپنے ملک کے لئے علیحدہ خدا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر ایک قوم اس پرم برہم پرماتما کو جس میں یہ سب سنسار ٹھہرا ہوا ہے۔ اپنے اپنے مندر میں بند کرنا چاہتی ہے لیکن پرماتما نے انسان کو یگانگت سکھلانے کے لئے جو اپنا مندر آپ بنایا ہے۔ وہ لاثانی ہے وہ مندر یہ دُنیا ہے۔ باقی سب مندر اس کی نقل ہیں۔ معمولی مندروں میں اُچھلتے ہوئے فوارے جگموہن چراغ۔ خوبصورت مورتیاں۔ دھرم ٹیک ہون کُنڈ۔ بلیدان کی جگہ پجاری۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن ایسا مندر بتلاؤ۔ جہاں سمندر کا فوارہ ہو۔ اکاش کا جگموہن ہو۔ سورج چاند اور تارے چراغ ہوں پریم بھاؤ سے بھرے ہوئے بےشمار جاندار مورتیاں ہوں۔ پرمیشور کی کرپالتا اور دیالتا کی تشریح کرنے کے لئے دُنیاوی سُکھوں کے سامانوں سے زیادہ اور کونسی دھرم پستک ہو سکتی ہے؟ دوسروں کی بھلائی کرنے سے بڑھ کر اور کونسا بلی دان ہے۔ انسان کی اپنی آتما سے بڑھ کر دھرم شاستر اور کونسا ہے؟ اور یوگی کے چیت کی مانند ہون کُنڈ اور کہاں ہے؟ جہاں خود بھگوان نواس کرتے ہیں۔

انسان کو اپنی سمجھ کے مطابق پرماتما کا گیان ہوتا ہے، جوں جوں پرانی پرم دیو کی کرپالتا دیالتا اور پریم کو اپنے دل میں جگہ دے کر اسے پانے کی کوشش کرتا ہے۔ اتنا ہی وہ اس کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے گیانی کا اگیانی سے نفرت کرنا ادھرم ہے یوگی اور مہاتما وہی ہے جو ناستک سے بھی حقارت سے پیش نہیں آتا۔
چینی مہاتما کی یہ باتیں سُن کر سب نے اپنی غلطی قبول کر کے گردن جھکالی۔

اُلوّؤں کی مجلس

ازقلم
مہاتما چندر داس جی مہاراج

اِک دِن سبھا اُلوّاں لائی بیٹھے مِل نرناری جی !
اِک کہندا سُورج نہیں چڑھیا کون کرے اُجیاری جی
دُوجے کہیا کدی نہیں چڑھیا سدا رات اندھیاری جی
واری واری سبھے بولے کر کر سوچ وچاری جی
اوہناں وِچوں اِک وڈا اُلوّ بانی اوس اچاری جی
سُورج اَج تیک نہیں ڈِٹھا وڈی عُمر ہماری جی
جو کوئی سُورج سچا منّے عقل اوس دی ماری جی
اِک ہنس ٹیشی تے بیٹھا اُس نے اُوچ پکاری جی
ہے پربھات دیکھ لو سارے لکھّاں کرن لپاری جی
نانا چمکاں دمکاں مارے سُورج اَت بلکاری جی
خُود روشن پھر سب کی آنکھیں روشن کین اپاری جی
چمگادڑ گھگو آ پہنچے دو نویں منصف بھاری جی
جھوٹھا ہنس تے سچے اُلوّ کیا نیائیں سبھاری جی
اُلوّ سب ٹھٹھہ کرتے ہنس مون تب دھاری جی
چندر داس ایہہ عجب عدالت تین لوک تے نیاری جی

برہم رشی یاگولکیہ کا موکش پرویا کھیان

لیکھک: شری سوامی نتیانند جی بھارتی

لاکھوں سالوں کی بات ہے۔ برہم رشی یاگولکیہ جی برہم ودیا کا پرچار کر رہے تھے۔ مہاراجہ جنک کو رشی کے ست سنگ کا پتہ لگا۔ اور خود رشی کے چرنوں میں حاضر ہوا۔ مہاراجہ جنک رشی کا اپدیش سن کر فریفتہ ہو گئے۔ ست سنگ لگنے لگے۔ راج پاٹ سے دل اُداس ہونے لگ پڑا۔ برہم گیان کی رُچی بڑھنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھارت کا مہاراجہ وید کی شکشا پر رشی کی بانی پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گیا۔ اور شِشیہ بھاؤ سے رشی کے چرنوں پر گر پڑا۔ سچنوا رشی نے بھی ادھکاری پاکر برہم گیان کا اپدیش دیا۔ یہاں تک مہاراجہ جنک نے موکش کا پرشن کر دیا۔ یہ پوچھ ڈالا کہ موکش کیا ہے۔ اور کس طرح پراپت ہوتا ہے۔ آتما کیا ہے اور سنسار کے ساتھ آتما کا کیا سمبندھ ہے۔

اوم کے اپاسک پریمیوں کو آج ہم اُس اپدیش کا شروَن کراتے ہیں۔ اور منن بھی کرائیں گے۔ مگر ندھیاسن یا ساکشات اَنوبھو آپ کو خود ہی کرنا ہوگا۔ یہ اپدیش آج کل کے گرے ہوئے زمانے کے لئے اُٹھنے کا ایک زبردست سہارا ہے۔ برہم گیان کی گنگا بہانے والے رشیوں نے اس اپدیش کو وید کے نچوڑ یعنے اُپنشدوں میں چھپا کر رکھا ہے۔

برہدارنیک اُپنشد کے چوتھے ادھیائے میں اس ویاکھیان کو استھان دیا گیا ہے۔ سب سے بڑے رشی کی زندگی کے تجربات ہیں۔ ترتیاگ کے سوکشم وچار ہیں۔ زبان بھی بہت پرانی ہے مگر بھگوان بھلا کرے۔ سوامی شنکر آچاریہ کا۔ اس گیان کے اُدھار نے ایسا صاف صاف اور کھول کھول کر رشی کا مطلب سمجھایا ہے۔ کہ کسی شنکا کی گنجائیش ہی نہیں رہتی۔ ہم بھی آچاریہ کے چرن چنہوں پر چلتے ہوئے آپ کی سیوا میں رشی کا ویاکھیان سناتے ہیں۔ اگر ہی پیاس ہو تو امرت پی لیجئے۔ اور منشیہ جنم کو کرتارتھ کر لیجئے۔ اگر دنیا کے چکر پر چڑھے ہوئے ہوں۔ اور ابھی پیاس نہ ہو تو بھی میرے مہربان! کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ اپدیش خالی نہ جائے گا۔ کبھی نہ کبھی وقت، کبھی نہ کبھی جنم میں یقین کیجئے۔ آپ کا کلیان ہو

ہی جاوے گا۔

اس تھوڑے سے لیکن نہایت ضروری نویدن کے بعد اب آپ کو وہ اُپدیش سُناتے ہیں۔ دھیان دیجئے اور شردھا بھگتی سے شروع کیجئے۔

ایک بار کا ذکر ہے۔ کہ برہم رشی یاگولکیہ جی گھومتے گھومتے مہاراجہ جنک کے دربار میں جا پہنچے۔ راجہ نے سنگھاسن سے اُٹھ کر رشی کے چرنوں پر سر رکھا اور نمسکار کیا کشل کشیم یا خیریت کو پوچھنے کے بعد راجہ نے اُپدیش لینے کی اچھا پرکٹ کی۔

یاگولکیہ جی بڑے پرسن ہوئے دراصل ان کا آگمن بھی اسی لئے تھا۔ وہ مہاراجہ جنک کو اُتم ادھکاری پاکر برہم ودیا کا گوڑھ تتو سمجھانا چاہتے تھے۔ اور اس کے لئے برہم گیان کے خزانے کا کھلے دل سے منہ کھول دینا چاہتے تھے۔ پاٹھک دھیان دیجئے۔ استھان ایکانت ہے۔ شنبہ نہایت عقلمند اور لائق ہے۔ نمرتا کی تصویر ہے۔ دُنیاوی خواہشات سے بہت پرے کی بات جاننا چاہتا ہے۔ اب بادل کو برسنے میں دیر نہ لگے گی۔ اب کام دھینو دودھ دے گی۔ سمجھو! اب نالا کھلے گا۔ اب آچاریہ گیان کی گنگا بہائے گا۔ دوستو! اب خزانہ لُٹایا جاوے گا۔ ایسا ہی ہوتا ہے یاگولکیہ رشی بول اُٹھے سمراٹ! آتم ودیا ایسی نہیں ہے جو کہ ہر ایک کی بدھی کا وشے ہو یا ہر کسی کو پراپت ہو سکے، اس ودّیا کی پراپتی بھاری نیک کرموں اور شدھ آچرنوں سے کسی بھاگیوان کو ہوتی ہے۔ تم سمراٹ ہو۔ راجوں کے راجہ ہو۔ بڑے بھاری ایشوریہ کے سوامی ہو۔ اور لوک پرلوک کے بارے میں اچھے گیان والے ہو۔ ہمیشہ ہی پرمارتھ کی کھوج میں لگے رہتے ہو۔ اس لئے تمہارے جیسے سچے جگیاسو اور ستوگنی بھگت سے مل کر ہمیں بڑی پرسنتا ہوتی ہے۔ آتما کے وشے میں جو کچھ بھی تمکو پوچھنا ہو۔ بغیر سنکوچ کے آج پوچھ سکتے ہو۔ جو جو بھی شنکائیں ہوں کھلے دل سے ان کو کہہ ڈالو۔ اگر ہم کو ناہو گا۔ تو تمہارا سمادھان ہو جاوے گا۔

راجہ جنک کی دلی منشا پوری ہوئی اور اُس نے اپنے من کو قائم کرکے اس طرح بولنا شروع کیا۔ کرپاندھے! ایک پرشن ہے۔ جو مجھے بڑا حیران اور پریشان کرتا ہے۔ آپ پہلے اس پر ہی پرکاش ڈالنے کی کرپا کریں۔ مہاتمن! اسے ورنن کیجئے۔ کہ انسان یا جیو کے کام کس جیوتی کے ذریعہ سدھ ہوتے ہیں؟ کرپا کرکے مجھے یہ سمجھائیے کہ یہ کس کے پرکاش میں کس کی روشنی میں کس کے سہارے کس کے ذریعہ اپنے ضروری کام پورے کرتا ہے۔ بھگوان! میں یہ پوچھ رہا ہوں۔ کہ جیو آتما سے بھن رُوح سے الگ کون ایسی ہستی ہے۔ جس کے بغیر جیو کا جیون نہیں رہ سکتا۔ زندگی قائم اور ثابت نہیں رہ سکتی!

یاگولکیہ جی بولے۔ سنئے راجن! یہ جیو اپنے کام سورج کی روشنی میں کرتا ہے۔ زندگی کی ضرورت سورج کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہیں۔ پران وایو جس سے پشو پکشی اور منشیہ سانس لے کر

جیتے ہیں۔ راجن! وہ سورج سے ہی پیدا ہوتا ہے برشا اور ندیاں تالاب جن پر مچھلیوں وغیرہ کا جیون ہے وہ جل بھی سورج کی گرمی کے ذریعہ سے ہی بادل بن کر برستا ہے جس طاقت سے جسم میں حرکت ہوتی اور گرمی قایم رہتی ہے وہ بھی سورج کے ہی ذریعہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ جیو سرشٹی کی ماتا یہ پرتھوی بھی سورج سے پیدا ہوئی ہے۔ سورج کی آکرشن شکتی سے گھوم رہی ہے۔ سورج کے پرکاش سے ہی انیک پرکار کے اناج اور پھل وغیرہ پیدا کرتی ہے۔ جس کے ذریعہ جیووں کا جیون بیوہار چل رہا ہے۔ زیادہ کیا کہیں۔ سورج کی روشنی ہوتی ہے۔ تو آنکھیں بھی دیکھنے کا کام کرتی اور زندگی کا دم بھرتی ہیں۔ اس لئے سورج کے پرکاش میں ہی اٹھنا بیٹھنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ دیکھنا بھالنا اور کام کرنا کرانا ہوتا ہے سورج کے پرکاش میں ہی یہ گھر سے باہر جاتا ہے اور لوٹ کر واپس آتا ہے۔ راجن! یہ جیو سورج کی جیوتی میں اپنے کام کرتا ہے۔ سو یہ ہی ہے۔ جس کے ذریعہ جیون قایم ہے۔

رشی کے وچنوں کو سن کر راجہ کا ماتھا ٹھنکا۔ راجہ اگرچہ آچاریہ کا شردھالو بھکت ہے۔ تو بھی وہ اندھ وشواسی نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ گراہک ہے۔ لیکن وہ کھرے کھوٹے کی پہچان کر کے خریدنا چاہتا ہے۔ ستیہ استیہ کا نرنے کر کے لینا چاہتا ہے۔ سمجھو! رشی کے وچنوں سے اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ اسمیں دوش دیکھتا ہے۔ اس لئے اس پر سوال کرتا ہے۔ رشی جی برا نہیں مانتے۔ بلکہ یہ جان کر نہایت خوش ہوتے ہیں۔ کہ ہمارا جگیاسو شدھ بدھی مان ہے۔ ٹھوک بجا کر ٹھیک بات کو ہی گرہن کرنا چاہتا ہے۔ مورکھوں کی طرح محض سنت وچن کہہ کر ہی نہیں۔

مہاراجہ جنک نے اعتراض کیا۔

بھگون! آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ کہ سورج کے پرکاش میں جیووں کے کاریہ سدھ ہوتے ہیں۔ مگر معاف کیجئے مجھے اس کتھن میں کمزوری معلوم پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ تب بھی دنیا کے کام کاج آنا جانا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے مہاتما! یہ فرمایئے کہ سورج کے غروب ہونے پر جیو کس کی جیوتی میں اپنے کام کرتا ہے؟"

"رشی نے کہا۔ اس وقت چندرماں کی روشنی سے کام ہوتا ہے ——"

"پرنتو بھگون! سب راتریوں میں چندر کا پرکاش نہیں ہوتا۔ تب بھی لوگ اپنا اپنا جیون نرواہ کرتے اور کام کاج کرتے ہیں۔ کرپا کر کے یہ بتلایئے۔ کہ چاند کی غیر حاضری میں جیو کے کام کسی جیوتی کے دوارا سدھ ہوتے ہیں ——"

"شنو جنک۔ تب اگنی کے پرکاش سے اس کے کام سدھ ہوتے ہیں ——"

"مان لیا بھگون! جنک نے کہا۔ جب سورج کا پرکاش نہیں ہوتا۔ تو چندرماں کے پرکاش سے کام لیا جاتا ہے۔ اور جب چاند کا بھی پرکاش نہیں ملتا تو آگ جلا کر یا لیمپ روشن کر کے کام نکالا جاتا

ہے۔ لیکن گورو دیو! ایسے بھی موقعہ ہیں جب کہ اگنی کا پرکاش نہیں ہے اور کام کئے جا رہے ہیں زندگی کا سلسلہ قایم ہے اور بیوہار ہو رہے ہیں۔ کہ فرض کیجئے۔ ایک شخص اندھا ہے وہ نہ تو سورج کو ہی دیکھ سکتا ہے۔ نہ چندرماں کو پہچان سکتا ہے نہ آگ کو ہی دیکھ سکتا ہے۔ تو کیا بھگوان اس کے کاریہ سدھ نہیں ہوتے؟ تب پرشن یہ ہے۔ کہ وہ کس جیوتی کے پرکاش میں کام کرتا ہے وہ کون جیوتی ہے جو سورج چندر اور اگنی کے نہ ہونے پر جیووں کے کام سدھ کرتی ہے؟"

"شاباش جنک شاباش"، رشی نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا" بالکل ٹھیک راستہ پر چل رہے ہو۔ تمہارا سوال بے جا نہیں ہے۔ ستو دیہہ راج! ایسی حالت میں بانی ارتھات شبد کے پرکاش میں آتما کے کام سدھ ہوتے ہیں۔"

"تو کیا بانی بھی کوئی جیوتی ہے؟"

"ہاں راجن! بانی بھی پرکاش کرنے والی جیوتی ہے۔ اس سے بھی بیوہار سدھ ہوتے ہیں۔ جب سخت اندھکار ہوتا ہے۔ اور اپنا ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس وقت بانی سے شبد کہا جاوے تو سننے والا پاس آجاتا ہے۔"

ٹھیک ہے مہاراج! شبد کے ذریعہ ضرور کاریہ سدھ ہوتے ہیں"؟ جنک نے کہا۔ شبد بول کر کسی کو بلایا جاتا ہے۔ شبد سنکر اندھے بھی مارگ پر چل پڑتے ہیں۔ اور ہاں! مجھے یاد آتا ہے۔ ہمارے پوجنیہ سمبندھی مہاراج دشرتھ بھی تو شبد بیدھی بان چلانے میں پرسدھ ہیں۔ ٹھیک ہے۔ بانی بیوہار سادھک ہے۔ پرنتو بھگوان! یہ تو کوئی نیم نہیں۔ کہ جو بیوہار سدھ کرنے کا سادھن ہو۔ وہ پرکاش کرنیوالی جیوتی بھی ہو۔ بانی بیوہار سادھک بھلے ہی ہوا کرے مگر وہ پرکاش کرنے والی جیوتی تو کبھی نہیں کہی جا سکتی؟ اوہو۔ میں بھولتا ہوں بھگوان! بانی پرکاش بھی کرتی ہے جیسے آنکھ اپنے مددگار سورج کے پرکاش سے پرکاشت ہو کر دیکھنے کا کام کرتی اور بیوہار سدھ کرتی ہے۔ ویسے ہی بانی بھی جب شبد اچارن کرتی ہے۔ تو اسکے شبد سے کانوں کو مدد ملتی ہے۔ اور کان سن کر من کو خبر دیتے ہیں۔ بعد میں من کے ذریعہ کرم اندریوں سے کام ہونے لگتے ہیں۔ مانتا ہوں بھگوان! بانی بھی ایک پرکار کی جیوتی ہی ہے۔ جیسے سورج وغیرہ کے پرکاش میں اونچی نیچی جگہوں کا پتہ لگ جاتا ہے۔ ویسے ہی بانی کے پرکاش میں بھی گیان ہو جاتا ہے کل ہی ایک شخص کسی اندھے آدمی کو کہہ رہا تھا" کہ داہنے چلو راستہ ٹھیک ہے دیکھنا بائیں نہ جانا۔ گڑھا ہے۔ گر پڑو گے۔ دیکھنا آگے دیوار ہے بچکر بائیں طرف چلو۔ دیکھو آگے بیل آرہا ہے۔ میری طرف آجاؤ وغیرہ وغیرہ جیسے جیسے وہ شخص بولتا جا رہا تھا۔ ویسے ویسے اندھا حرکت کر رہا تھا۔ اور ٹھیک ٹھیک راستہ پر چل رہا تھا۔ اس لئے یہ ٹھیک ہی ہے کہ سورج چاند اور اگنی کے ابھاو میں جیووں کے کام بانی کی جیوتی میں سدھ ہوتے ہیں۔"

"باقی پھر"

قیس الہ آبادی

وحدانیت کی لہر

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے"

ہاں بحرِ تفکر میں اک دن اس بات پہ ہیں تھا غوطہ زن
چلتا ہے نظامِ عالم جو، اور دنیا کا جو ہے گلشن!
یہ کس کے فیضِ آب سے ہے سرسبز بنا اور ہے روشن
کہ ہاتفِ غیب نے دی یہ صدا، اے فہم و فراست کے دشمن

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

مہتاب میں جلوہ ہے اسکا اور تاروں میں تنویر اسکی
سورج میں ظاہر نور اسکا مٹی میں ہے تاثیر اس کی
ہر پھول میں، نخل میں، پتے میں آتی ہے نظر تصویر اسکی
دکھلاتا ہے شان و شوکت کو اور آن کو چرخِ پیر اسکی

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

گہہ عیسیٰ ہوا، گہہ موسیٰ ہوا، گہہ طور پہ شعلۂ نور ہوا
کبھی رام ہوا کبھی کرشن بنا، پرہلاد میں اس کا ظہور ہوا
تھا بھیشم میں پرتو اس کا، فردوس میں اس کا ظہور ہوا
پاتا ہے اسے ہر رنگ میں وہ جو بندۂ عقل و شعور ہوا

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود کرشن ہوا، خود ارجن تھا خود واعظ ہے خود سامع ہے
وہ خود اوراق پریشاں ہے اور خود ہی اُن کا جامع ہے
بنتا ہے کبھی شاہوں کا شاہ، گہہ گنجِ فقر پہ قانع ہے
کیا شان ہے تیری رام میرے ہر چیز کا تو خود صانع ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

خود گلشن ہے، خود مالی ہے، خود نخل ہوا، خود ڈالی ہے
اور پھول کا وہ خود جوبن ہے جان اسمیں اُس نے ڈالی ہے
گہہ خادم ہے مخدوم کبھی، ہر رنگ کا وہ خود والی ہے
اے خلیق تو آنکھیں کھول ذرا یہ حقیقت دیکھنے والی ہے

ہر رنگ میں جو ہے جلوہ نما
وہ پیارا رام ہمارا ہے

قسط اوّل

مصیبت سے مُکتی

مہاتما جیمز ایلن

بے چینی۔ تکلیف اور رنج زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دنیا بھر میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں دکھ کا کانٹا نہ چبھا ہو جس کے خیال نے مصیبت کے تاریک سمندر میں غوطے نہ کھائے ہوں۔ اور جس کی آنکھوں سے لاانتہا رنج کے گرم گرم آنسو نہ بہے ہوں۔ کوئی خاندان ایسا نہیں۔ جہاں بڑے بڑے غارتگر اور مہلک امراض یعنی بیماری اور موت نے قدم نہ رکھا ہو۔ جس کے باعث ایک دل دوسرے دل سے جدا ہو گیا اور کل مصیبت اور رنج کی حالت طاری ہو گئی۔ یہ دنیاوی مصیبت بڑی سخت ہے اور ظاہر ہیں اس سے رہا ہونا غیر ممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ اور تمام شخص کم و بیش اس مصیبت کے پنجوں میں گرفتار رہ چکے ہیں اور دکھ درد اور تکلیف تمام بنی نوع کے لئے موجود ہے۔

اس سخت مصیبت سے نکلنے کی غرض سے یا اس کے دکھ کو کسی قدر کم کرنے کے لئے تمام لوگ کیا مرد کیا عورت اندھا دھند بے شمار ترکیبیں اختیار کرتے ہیں۔ اور بے سوچے سمجھے ایسی پگ ڈنڈیوں پر چلتے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ اپنی خام خیالی سے پائدار خوشی حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں۔ مثلاً بعض شرابی اور تماش بین ہیں جو خواہش نفسانی میں پھنس کر عیش و عشرت کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں۔ بعض شخص طرح طرح کے کھانے پینے اور پہننے کا شوق رکھتے ہیں۔ اور رات دن اسی جستجو میں رہتے ہیں کہ نئی نئی اور لذیذ نعمتیں ان کے لئے مہیا کی جائیں۔ بعض ایسے ہیں جو دولت یا شہرت کے خواہشمند ہیں اور اس مدعا کے حاصل کرنے میں اور تمام چیزوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اور بعض شخص ایسے ہیں جو مذہبی رسومات کے پورا کرنے میں ہی تسکین محسوس کرتے ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق اس مصیبت سے بچنے کے لئے خوشی کا متلاشی ہے۔

اور سب کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم بڑے آنند میں ہیں۔ اور ان کی روح کچھ عرصے کے لئے اس عارضی خوشی میں مستغرق ہو جاتی ہے۔ اور اس سرور میں موجودہ مصیبت کو بھول

جاتی ہے۔ بیکن ہائے افسوس! آخرش اس غیر محفوظ روح کو بیماری چپکے چپکے آ دباتی ہے۔ یا کوئی بڑا بھاری رنج اس پر چھا جاتا ہے یا کوئی سخت صدمہ یکایک نازل ہو جاتا ہے اور اس کی تمام خیالی خوشی خاک میں مل جاتی ہے۔ اور اس کی خوشی کی عمارت منہدم ہو کر پاش پاش ہو جاتی ہے۔

پس ہر ایک شخص کی ذاتی خوشی کے لئے تکلیف موجود ہے۔ جو بمنزلہ تلوار کے اُس پر گر کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتی ہے اور جو شخص علم یا گیان سے بے بہرہ ہے اُس کی رُوح کو کچل کر اس کا ستیاناس کر دیتی ہے۔

دیکھو بچہ چاہتا ہے کہ میں جوان مرد یا عورت بن جاؤں۔ مرد اور عورت اس بات کا افسوس کرتے ہیں کہ ہائے ہماری بچپن کی خوشی جاتی رہی۔ مفلس شخص افلاس کی زنجیروں میں جکڑا ہوا پنجرے میں بند شیر کی طرح غراتا رہتا ہے اور غصہ میں رہتا ہے اور دولتمند شخص کو اکثر مفلس ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یا وہ دنیا میں کسی خیالی خوشی کی تلاش میں پھرتا رہتا ہے۔ بعض وقت رُوح کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص مذہب اختیار کر کے یا ایک ذہنی فلسفہ قبول کر کے یا ایک ذہنی نفیس خیال اپنے دل میں پیدا کر کے امن اور خوشی کے معراج کو پہنچ گئی ہے۔ لیکن بعد ازاں کسی غالب تحریص یا ترغیب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذہب غیر مکمل ہے یا وہ تمام اس فلسفہ بالکل نکما ہے اور اس سے روح کو ذرا بھی تقویت نہیں ہوتی۔ یا وہ ذہنی اور خیالی مورت یا بت جس پر وہی پوجاری برسوں سے محنت کر رہا تھا۔ ایک دم میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کے پاؤں میں آن پڑتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس دکھ درد اور مصیبت سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ کیا ایسے وسائل نہیں ہیں۔ جن سے مصیبت کی زنجیریں ٹوٹ سکیں۔ کیا مستقل خوشی۔ پائدار بہبودی اور دائم امن یونہی نرے بیہودہ خیال ہیں؟ نہیں یہ سب باتیں محض خواب و خیال نہیں ہیں۔ ہاں ایک طریقہ ہے جس سے کہ مصیبت ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو سکتی ہے۔ ایک ترکیب ہے جس سے بیماری افلاس یا اور کوئی بد بختی کی حالت ہمیشہ کے لئے دور ہو سکتی ہے۔ ایک سبیل ہے جس کے ذریعہ دائم بہبودی قائم ہو سکتی ہے اور بد بختی کے آنے کا پھر بالکل خطرہ نہیں رہتا۔ ایک عمل ہے جس کے باعث لگاتار اور لا انتہا امن اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور جس طریق سے یہ اعلےٰ درجہ کی نعمت میسر آ سکتی ہے اس کا آغاز یہ ہے کہ اوّل مصیبت کی ماہیت کو ٹھیک طور پر بخوبی سمجھا جائے۔

مصیبت سے منکر ہونا یا اس کا کچھ خیال نہ کرنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہم مصیبت

کو سمجھیں - خداوند تعالےٰ سے یہ دعا مانگنا کافی نہیں ہے کہ وہ ہماری مصیبت کو دور کرے بلکہ تمہیں یہ تحقیق کرنا چاہیئے - کہ یہ مصیبت کیوں ہے اور تمہیں اس سے کیا سبق مل سکتا ہے جن زنجیروں سے تم جکڑے ہوئے ہو اُن پر غصہ اتارنا اور چڑچڑانا لاحاصل ہے بلکہ تمہیں یہ جاننا چاہیئے - کہ تم کیوں جکڑے ہوئے ہو اور کس طرح جکڑے ہوئے ہو - پس اے ناظرین تمہیں اپنے آپ کو اس دنیا کے گورکھ دھندے سے علیحدہ کر کے اپنی حالت پر غور کرنا چاہیئے - اور اس حالت کو بخوبی سمجھنا چاہیئے - تمہیں تجربے کے مدرسے میں نافرمانی چھوڑ کر کامل اطاعت اختیار کرنی چاہیئے - اور انکساری اور علم سے وہ سبق سیکھنے شروع کر دینے چاہئیں جو تمہاری بہبودی کیلئے اور تمہیں آئندہ حالتِ کمالیت پر پہنچانے کے لئے دئے جاتے ہیں - کیونکہ صحیح صحیح غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت اس دنیا میں ایک لاانتہا طاقت یا اصول نہیں ہے بلکہ یہ انسانی تجربہ کی ایک سرسری صورت ہے اور اس لئے جو شخص سیکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے مصیبت ایک ہادی اور معلم کا کام دیتی ہے - مصیبت کوئی مطلق یا مجرد شے تم سے علیحدہ نہیں ہے - یہ تمہارے ہی دل کا اثر ہے اور اگر تم تحمل سے اپنے دل کا بغور معائنہ کروگے - اور اسے راہ راست پر لاؤگے - تو تمہیں رفتہ رفتہ مصیبت کی اصلیت اور ماہیت معلوم ہو جائیگی اور پھر تم ضرور اس کی مکمل طور پر بیخکنی کر سکوگے :

ہر ایک قسم کی مصیبت کا مدعا اصلاح کرنا اور کسی برائی کا دفع کرنا ہوتا ہے اور اس لئے وہ مصیبت ہمیشہ کے لئے نہیں رہتی - اس مصیبت کے دل میں گھر کرنے کی وجہ جہالت ہے یعنی چیزوں کی اصلی ماہیت اور ان کے تعلقات کی ناواقفیت ہے - اور جب تک ہم اس جہالت گمراہی یا ناواقفیت کی حالت میں رہیں گے تب تک ہم ضرور مصیبت میں مبتلا رہینگے - اس کائنات میں کوئی مصیبت ایسی نہیں جو جہالت سے پیدا نہیں ہوئی ہو - اور جو ہمیں اعلیٰ تر عقلمندی اور دانائی کے راستے پر نہ لے جائے اور پھر غائب نہ ہو جائے - بشرطیکہ ہم اس سے نصیحت یا سبق سیکھنے کیلئے تیار ہوں - یعنی ہر ایک مصیبت جہالت سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے کوئی نہ کوئی کارگر یا مفید نصیحت مل سکتی ہے - لیکن انسان مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں - اور اس سے نکلتے نہیں کیونکہ وہ اُس سے نصیحت حاصل کرنا نہیں چاہتے جیسے ایک بچے کا حال معلوم ہے کہ ہر روز رات کے وقت جب اس کی ماں اُسے سُلانا چاہتی تو وہ برابر چلاتا اور روتا رہتا تھا - اس لئے کہ اس کو شمع سے کھیلنے کی اجازت مل جائے - ایک روز رات کو جب اس کی ماں ایک لمحہ کے لئے اُسے چھوڑ کر باہر گئی - تو بچے نے شمع پکڑلی - اس کا جو لازمی نتیجہ ہونا تھا - سو ہوا - اور پھر بچے نے شمع سے کھیلنے کا نام نہ لیا - اس بچّہ نے اپنی اس بیوقوفانہ حرکت سے اطاعت کا سبق بخوبی سیکھ لیا اور

یہ معلوم کر لیا کہ آگ کی خاصیت جلانا ہے۔ اور اس حادثہ سے تمام گناہ اور مصیبت کی اصلیت حقیقت اور اس کے آخری انجام کی بخوبی تشریح و توضیح ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ بچے نے آگ کی اصلی ماہیت کی ناواقفیت کی وجہ سے تکلیف اُٹھائی تھی۔ اسی طرح اس سے بڑی عمر کے بچے اس وجہ سے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ کہ جن چیزوں کے لئے وہ روتے ہیں اور جن کو لینے کی کوشش کرتے ہیں ان کی اصلیت سے بے بہرہ ہیں اور اسی لئے جب وہ چیزیں انہیں مل جاتی ہیں تو نقصان اٹھاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بڑی عمر کے بچوں کی حالت میں جہالت اور مصیبت زیادہ دیرپا ہوتی ہے اور مخفی رہتی ہے۔

مصیبت یا بدی کو ہمیشہ تاریکی سے اور برکت یا نیکی کو روشنی سے بطور علامت تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس علامت میں پوری پوری اصلیت نہاں ہے۔ کیونکہ جس طرح روشنی ہمیشہ تمام کائنات پر پھیل جاتی ہے۔ اور تاریکی ایک چھوٹے سے جرم کا صرف ایک دھندلا سا سایہ ہے جو اس لاانتہا روشنی کی چند کرنوں کو پھیلنے سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ نیکی کی روشنی وہ مثبت اور جان بخش طاقت ہے جو تمام کائنات میں پھیل جاتی ہے۔ اور مصیبت یا بدی خودی کا وہ جزوی اور ننھا چیز سا سایہ ہے جو داخل ہونے والی اور پھیلنے والی منوّر کرنوں کو بیچ میں رنگ کو اندر آنے سے بند کر دیتا ہے۔ جب رات دنیا کو اپنے سیاہ اور تاریک چوغہ کا لباس پہناتی ہے۔ وہ تاریکی خواہ کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو۔ تو یہ تاریکی ہمارے چھوٹے سے سیارے کے صرف آدھے حصے کو ڈھانپتی ہے اور برعکس اس کے ادرکل کائنات جاگتی جاگتی روشنی سے منوّر رہتی ہے۔ اور ہر ایک روح کو معلوم ہے کہ وہ صبح ہوتے ہی روشنی میں اُٹھیگی۔ پس یہ جان لو کہ جب رنج تکلیف یا مصیبت کی سیاہ رات تمہاری روح پر غلبہ پاتی ہے اور تم تھکے ماندے بیقرار قدموں سے ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو۔ تو تم خوشی اور برکت کی لاانتہا روشنی کے اور اپنے درمیان اپنی ہی ذاتی خواہشوں کو بیچ میں ڈالتے ہو۔ اور جو تاریک سایہ تمہیں ڈھانپ رہا ہے وہ تمہارا ہی سایہ ہے۔ اور کسی چیز کا سایہ نہیں ہے اور جس طرح کہ بیرونی تاریکی صرف ایک منفی سایہ ہے۔ ایک غیر حقیقی شے ہے جو نہ کہیں سے آتی ہے اور نہ کہیں جاتی ہے اور نہ جس کا کوئی مستقل مکان ہے۔ اسی طرح اندرونی تاریکی بھی ایک منفی سایہ ہے۔ جو خود بخود ظاہر ہونے والی اور منوّر روح پر سے ہو کر گذر جاتا ہے۔

بعض شخص شاید یہ کہیں تو پھر تم اس مصیبت کی تاریکی میں سے گذرنے ہی کیوں ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جہالت اور ناواقفیت کے سبب سے تم نے خود اس تاریکی میں سے گذرنا پسند کیا ہے اور ایسا کرنے سے تم بھلائی اور برائی دونو کو بخوبی سمجھ سکوگے۔ اور تاریکی میں گذرنے کے باعث روشنی کی زیادہ قدر کر سکوگے۔ چونکہ مصیبت یا برائی ٹھیک ٹھیک جہالت سے پیدا ہوتی ہے

اس لئے جب مصیبت کے سبق پوری طرح سے سیکھ لئے جائینگے تو جہالت دور ہو جائیگی اور اس کی بجائے دانائی آجائیگی۔ لیکن جس طرح کہ نافرمانبردار بچہ مدرسہ کے سبق سیکھنے سے انکار کرتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ لوگ تجربہ سے سبق حاصل کرنا نہ چاہیں اور اس وجہ سے ہمیشہ کے لئے تاریکی میں رہیں اور بیماری مایوسی اور رنج کی قسم سے متواتر سزائیں بھگتتے رہیں۔ پس جو شخص اپنے تئیں اس موجودہ مصیبت سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ اسکا فرض ہے کہ وہ سیکھنے کے لئے رضامند اور تیار ہے اور اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنا اور تربیت دینا سیکھے۔ جس کے بغیر دانائی کا کوئی شمہ یا مستقل خوشی اور امن کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے تئیں ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند کر لے اور روشنی کی موجودگی سے بالکل منکر ہو جائے۔ لیکن روشنی باہر ہر جگہ موجود ہے۔ اور تاریکی صرف اسی شخص کی چھوٹی سی اندھیری کوٹھڑی میں رہتی ہے اسی طرح ممکن ہے۔ کہ تم صداقت یا علم حقیقی کی روشنی کو اپنے اندر نہ آنے دو۔ یا برعکس اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ تم نے اپنے گرد جو تعصب خود پسندی اور گمراہی کی دیواریں بنا رکھی ہیں۔ تم اُن کو ڈھانا شروع کر دو۔ اور پُر جلال اور حاضر و ناظر روشنی کو اندر آنے دو۔

اپنے اندرونی آئینہ میں بغور معائنہ کرو اور اپنے گریبان میں خود منہ ڈال کر دیکھو اور اس امر کو حقیقی طور پر معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ اور اسے صرف ایک قیاس ہی نہ سمجھو۔ کہ مصیبت ایک گزرنے والی صورت ہے اور یہ تمہارا اپنا ہی پیدا کیا ہوا سایہ ہے۔ کہ تمام تکلیفیں رنج اور مصائب تم پر ایک اٹل اور مکمل قانون کے مطابق نازل ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ تم ان کے مستوجب ہو اور تمہیں ان کی ضرورت ہے اور اس لئے کہ تم اُن مصیبتوں کو برداشت کر کے اور اُن کی اصلیت کو بخوبی سمجھنے سے زیادہ مضبوط۔ عاقل اور شریف بن جاؤ۔ جب تم اس بات کی اصلیت کو بخوبی سمجھ جاؤ گے۔ تو تم اپنی حالت میں خود معقول تبدیلی کر سکو گے۔ تمام مصیبت کو نیکی میں تبدیل کر سکو گے۔ اور مکمل طور سے اپنی زندگی کے لئے عمدہ سامان معاش و معاد مہیا کر سکو گے:

تصحیح:-

بالمیکی رامائن حصہ دوئم مضمون سمرپن صفحہ ۱۲ لائن ۴ لفظ سینا کی جگہ چھپائی میں سیتا لکھا گیا ہے۔ ایک نقطہ زائد لگ گیا ہے۔ پاٹھک گن اپنی اپنی کتاب میں اسکی درستی کریں۔

"ایڈیٹر"



منشی نوبت رائے جی شوخ

انساں ہے شادماں کبھی وقفِ ملال ہے
کچھ اس طرح اسیرِ طلسمِ خیال ہے

ہے پہلوئے بشر میں بپا محشرِ خیال
بچنا فریب خوردۂ دل کا محال ہے

غالبؔ کا فلسفہ بھی یہ کہتا ہے بے دریغ
"عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"

رہتا ہوں غرق اپنے تصور میں رات دن
صدمہ فراق کا ہے نہ ذوقِ وصال ہے

جسکو متاعِ دو جہاں ہے گنجِ رائیگاں
انساں غنائے دل سے وہی مالامال ہے

قدرِ غنائے دل کسی عارف سے پوچھئے
دولت جو کوئی ہے تو یہی لازوال ہے

انجامِ صبر سے ہے جو واقف خدا گواہ
نا آشنائے تلخیِ حرفِ سوال ہے

جس کی ضروریات ہیں محدود دہر میں
میرے خیال میں وہی آسودہ حال ہے

تسکینِ دائمی سے ہے بسر بزہ سر بسر
جو بے نیازِ خواہشِ حسرت مآل ہے

آگاہ شوخؔ جو نہیں اپنے جلال سے
وہ گردشِ فلک سے سدا پائمال ہے

سنسار دکھ مے نہیں بلکہ آنند کی لیلا ہے

مہرشی اربند گھوش

میں جگت کو آنند سے جنم لیکر آنند سے جیئے اور آنند کی طرف چکر لگانے والا مانتا ہوں۔ آنند اور شکتی اس جگت کے واستوک بھاو ہیں۔ شوک اور دُربلتا ایسے وکار ہیں۔ جو اگیان اور اپنے اُچچ اور سیتہ سروپ کے پرماد سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شوک اور دکھ کوئی وشو بیاپی۔ عالمگیر) اور نتیہ (ابدی) ستو نہیں ہیں۔ بلکہ زیادہ تر اس پرتھوی اور اسی کلی یُگ میں محدود ہونے کی وجہ سے سنتھانیہ (مقامی) اور سامیک (عارضی) ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے اور منش جاتی کے لئے پرتھوی کو سورگ بنا دیں۔ اور شوک اور دکھ کو دیش اور کال کے ان چھوٹے چھوٹے کونوں سے جن میں یہ پائے جاتے ہیں باہر کر دیں۔ میں اس تاریک غمناک تعلیم کا قائل نہیں ہوں۔ جو اس دُنیا کو دکھ مے بتلاتی ہوئی اس سے کنارہ کشی کو موکش اور آنند کی شرط والا قرار دیتی ہے اور تمام عقل و علم کے خلاف یہ خیال کرتی ہے کہ پرماتما آپ تو آنند سروپ ہیں مگر ان کا پرکاش گھرنا کے یوگیہ اور شاپ گرست ہے۔ میں یہ بات کبھی نہیں مانوں گا کہ برہم مورکھ ہے یا نشے میں چور ہو کر اپنے اوٹ پٹانگ سوپن سے دُکھدائی دھوکوں میں پھنس رہا ہے۔ میں اس تعلیم کا ویدوں میں کہیں نشان نہیں دیکھتا اور نہ ہی یہ میرے ان ذاتی تجربات سے موافقت رکھتی ہے جو جگت میں تمام کرموں کے درمیان ایک اٹل اور نہ بدلنے والے آنند اور گیان کی واقفیت ظاہر کرتے ہیں۔ میں مہابھارت میں شری کرشن جی کے اس اُپدیش کے ساتھ سہمت ہوں کہ جگت میں بعض لوگ کرم کی شکشا دیتے ہیں اور بعض اکرم کی مگر جو لوگ اکرم کی شکشا دیتے ہیں۔ اُن دُربل لوگوں کے ساتھ میرا ایک مت نہیں۔ न मे मतम् तस्य दुर्बलस्य॥ بھگوان کرشن جس کرم کا ہمیں اُپدیش دیتے ہیں۔ وہ دیوتاؤں کا کرم ہے۔ یہ کرم نشکام۔ اتھک اور آنند میں سوستھ ہوتا ہے۔ اور ساتوک آہنکار کے عمل سے محدود نہیں ہوتا۔ اس میں بھید کے ہوتے ہوئے بھی میری ستا پرشوتم کی ستا کے ساتھ ایک ہوتی اور میری شکتی بھگوان کی اننت شکتی کی ایک وشیش کریا ہو جاتی ہے۔

اگر تم ویراگیہ کو ہی سارے گیان کا مول سمجھ رہے ہو تو میری تعلیم سے تسلی پانے کی آشا چھوڑ دو۔ میری نظر میں ویراگیہ محض ایک مفید اور عارضی حالت ہے۔ سدھی اور مکتی کے لئے گیان کا ہونا

آوشیک ہے۔ لیکن ویراگیہ سے اسی وقت تک گیان کی سہائتا کرنی آوشیک ہے۔ جب تک کہ انتہ کرن سنتھر اور شانت ہو کر گیان کو اپنا کام کرنے کا موقعہ نہ دے۔ ورنہ ویراگیہ میں من کو لگانا سادھن میں ایسی ہی رکاوٹ ہے۔ جیسا کہ لوبھ میں من کو پھنسانا۔ نیز اگر تم بودھ لوگوں کی مانند یہ خیال کرو۔ کہ جیون بڑا دُکھ ہے اور اسے کسی نہ کسی طرح مٹا دینا ہی ہماری پرم گتی ہے تو میرے پاس سے ہی گزر جانا بہتر ہوگا۔

میں اگیانی نہیں ہوں۔ میں بدھ (قیدی) نہیں ہوں۔ اور میں دُکھت نہیں ہوں۔ بلکہ میں صرف اگیانی کا سوانگ اُتارتا ہوں۔ میں بدھ (قیدی) ہونے کا صرف کھیل کھیلتا ہوں۔ میں ایکٹر یا سامعین کی مانند شوک اور دُکھ کا کیول رس لیتا ہوں۔ اور جب میں چاہوں اِس شوک کو پرے پھینک سکتا ہوں۔ کون ہے جو مجھے پاپی اتپت اور پرتھوی پر دوسرے کیڑوں کے درمیان ایک رینگنے والا کیڑا خیال کرتا ہے؛ میں برہم ہوں۔ میں وہی ہوں۔ پاپ مجھے چھو نہیں سکتا۔ کون مجھے دُربل اور کمزور کہتا ہے۔؟ میں سرب شکتیمان پرمیشور کے ساتھ ایک ہوں۔ اِس نے ایک ہو کر بھی انیک ہونا چاہا ہے۔ وہ اننت ہو کر بھی اپنے آپ کو انیک کیندروں میں ستھاپن کرتا ہوا بھی ہر ایک کیندر پر پھر اننت ہے۔ یہی رازِ ہستی۔ اُتم رہسیہ اور بھگوان کا بھید ہے۔ آشچریہ اور آنند وائیک رہسیہ ہے اس راز سے منطق اقرار کرتی ہے مگر گیان اسے سمجھتا ہے اور یہ گیان ترک سے نہیں ملتا۔ بلکہ صرف شُدھ۔ مکت۔ سدھ اور آنند بھوگنے والی آتما کے انوبھو دوارہ پراپت اور پرانت ہوتا ہے۔ —————— "اوم"

میرا بخت

از پنڈت نریندر ناتھ شرما نریندر ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس!

میرا بخت ہائے کیوں سو گیا۔ تو کیوں مجھ سے آج خفا ہوا
لو۔ جہاں ہی دل کا اُجڑ گیا۔ تو جو بدگمان ذرا ہوا

تیرے غم سے تھیں مجھے راحتیں تری یاد میں تھیں لطافتیں
تبھی ہو گئیں وہ حکایتیں۔ جو خیال تیرا جُدا ہوا

مجھے تم سمجھتے تھے باوفا مجھے اپنا کہتے تھے برملا
میں وہی غلام ہوں آپکا۔ تمہیں کیوں گمانِ خطا ہوا

میرے عرضِ حال پہ غور کر۔ مجھے دل سے اپنے نہ دور کر
جو ہوئے مُعاف قصور کر۔ جیہوں بندگی میں لگا ہوا

وہ بجوشِ رحمتِ کبریا۔ یوں نریندر ہو گیا اب گتا
تو کبھی سے مجھ کو قبول ہے تیرے دل میں ہوں من بسا ہوا

چہل درویش (مسلسل)

چالیسویں سادھو کی کہانی

مصنفہ:- منشی سورج نارائن مہر

قسط سویم

سوامی پرمانند کی ساتویں ودیا کھیا

فلسفۂ ویدانت کا مجملاً بیان

ویدانت ہے مہر فلسفوں کا سرتاج ہمسر اسکا نہ کوئی کل تھا نہ ہے آج

کر دیتا ہے آدمی کو یہ مستغنی ایسا کہ رہے نہ وہ کسی کا محتاج

راہ وحدانیت دکھا دیتا ہے ؛ گمراہ کو راہ سے لگا دیتا ہے

پڑھتا ہے تو مہر تو بھی ویدانت ہی پڑھ انسان کو یہ خدا بنا دیتا ہے

ویدانت کے لغوی معنے

سادھوا لفظ ویدانت دو الفاظ سے مرکب ہے۔ وید اور انت اس کے معنی وید کا انت یا خاتمہ ہے۔ ہم ہندوؤں میں وید کے تین حصے مانے جاتے ہیں۔ ایک ون میں منتر بھاگ یعنی منتروں کا حصہ ہے۔ رگ۔ یجر۔ سام اور اتھرو چاروں وید منتروں کے مجموعے ہیں۔ جن میں دیوتاؤں کی ستتی ہے اور اُن سے دعائیں مانگی ہیں۔ انہیں منتروں میں کہیں کہیں نرگن اپاسنا بھی آجاتی ہے لیکن کم۔ زیادہ تر حمد و ثنا اور دعائیں ہیں۔ جن کو خاص قرات سے خاص خاص موقعوں پر خاص خاص یگیوں میں پڑھا جاتا ہے۔ غرض اِن منتروں کا پریوگ یا استعمال یگیہ کے کرم میں ہے اور ان یگیوں کا مفصل و مشرح طریق برہمنوں میں درج ہے۔ جو وید کا دوسرا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ کرم کے ساتھ پھل کا تعلق ہے۔ اس واسطے یہ دونو حصے دنیا داروں کے متعلق ہیں۔ بھگوان کرشن نے جو گیتا میں کہا ہے۔ کہ اے ارجن وید تینوں گنوں یعنی ستو رج اور تم کے بیشے ہیں اور تو ان تینوں گنوں کی حد سے باہر آ۔ وہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ سوچنے والے آدمی محض کرم سے اطمینان قلب حاصل نہیں کر سکتے۔ کرم کے پھل کو ناشوان سمجھ کر وہ ایسی چیز کی تلاش کرتے ہیں۔ جس کا ناش نہیں ہے۔ یہ آتما کا گیان ہے۔ جو ویدوں کے آخری یعنی تیسرے حصے میں ہے۔ اسے اپنشد کہتے ہیں۔ یہی ویدانت یعنی وید کا اخیر حصہ ہے ؛

ویدانت کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں ویدانت وہ شاستر ہے جو برہم بِدّیا یا آتم ہدیا یا گیان کی تعلیم دیتا ہے۔ ہندوؤں کے شاستر دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ ہیں۔ جو وید کی سند مانتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے۔ آخر الذکر میں چارواک یعنی مادہ پرست۔ جین اور بدھوں کے شاستر ہیں۔ جنہیں ناستک شاستر کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہندو فلسفہ میں ناستک کا اطلاق صرف وید کے نہ ماننے والوں پر ہے۔ خدا کے نہ ماننے والوں پر نہیں ہے۔ جس طرح مسلمان یا عیسائی خدا کو مانتے ہیں۔ اور نہ ماننے والوں کو دہریہ یا ناستک کہتے ہیں۔ اِس طرح تو ایک بھی ہندو شاستر خدا کو نہیں مانتا ہے ہاں آستک یعنی وید کے ماننے والے چھ شاستر ہیں۔ نیائے جس کا بانی گوتم ہے۔ ویشیشک جس کو کناد نے رچا ہے سانکھیہ

جو کپل سے منسوب ہے۔ یوگ جو پاتنجلی کا ہے۔ پورب میمانسا جو جیمنی کا بنایا ہوا ہے اور اُتر میمانسا یا ویدانت شاستر جو دیاس جی کا ہے۔ اُتر میمانسا یا برہم سُوتر ایک کتاب کا نام ہے۔ جس میں ویدانت کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ خود ویدانت ایک نظام فلسفہ ہے جس کی تو منبع بے شمار کتابوں میں ہوئی ہے۔ یہ فلسفہ برہم بدیا یا آتم بدیا گیان کی تعلیم دیتا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ وجود دو نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ایک ہے۔ یہی وحدت وجود کا مسئلہ ہے۔ پس اصلاح میں ویدانت وہ شاستر ہے جو مسلۂ وحدت وجود کی تعلیم دیتا ہے ؀

ویدانت کے پرستھان ترے

ویدانت کے پرسھان ترے یعنی تین بنیادی کتابیں اُپنشد۔ برہم سُوتر اور گیتا ہیں۔ اپنشدوں کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رشیوں کے گھرانے ہزار مشہور ہیں۔ ہر ایک گھرانے میں ویدوں کی تعلیم ہوتی تھی۔ وید تو سب جگہ وہی چاروں تھے۔ لیکن اختلاف مکان وزمان وحالات سے ان میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں یا کمی بیشی ہو گئی تھی۔ انہیں کا نام شاکھا ہے۔ ویدوں کی طرح ہر ایک گھرانے میں براہمن اور اپنشد کی بھی تعلیم تھی۔ اور ان میں بھی باوجودیکہ باتیں سب جگہ وہی ہیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے اختلافات دخل پا گئے تھے۔ یہ ہزار اُپنشد آجکل نہیں ملتے۔ ڈھائی سو سے زیادہ دستیاب ہوتے ہیں۔ جن میں سے بہت سے خاص خاص پنتھائیوں سے متعلق ہیں۔ ایک سو آٹھ زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان میں سے دس یعنی ایش۔ کین۔ منڈک۔ ماںڈوک۔ ایتریے۔ تیتریے۔ پرشن۔ کٹھ۔ چھاوندگیہ اور برہدارنیک سب سے زیادہ مشہور اور قدیمی شمار ہوتے ہیں۔ انہیں پر بھگوت پوجیہ پادسری شنکر آچاریہ کے ٹیکے یا شرحیں ہیں۔ کوشتیکی اور شویت اشوتر اُپنشد پر جو بھی شرحیں ہیں۔ وہ شنکر آچاریہ ہی کی بتائی جاتی ہیں۔

لیکن جو شخص شنکر آچاریہ کے پُر مغز کلام اور شیریں زبان سے واقف ہیں۔ وہ ایک نظر میں پہچان سکتے ہیں۔ کہ یہ سکے اس ٹکسال کے نہیں ہیں۔ شنکر آچاریہ کے ٹیکے صرف دس اُپنشدوں ہی پر ہیں۔ اور زیادہ تر انہیں دس اپنشدوں کی میمانسا یا بیچار اُتر میمانسا یا برہم سوتروں میں ہے۔ جو چھوٹے چھوٹے فقرات کا مجموعہ ہے اور کرشن دوپائن رشی کی طرف جن کا دوسرا نام ویاس ہے۔ منسوب ہیں۔ ان میں ویدانت کے مسائل پر فلسفیانہ بحث ہے۔ اور سنوں کا کھنڈن ہے۔ اور اُپنشدوں کے معانی اور مضامین کی تشریح

ہے یہ ویدانت کی دوسری بنیادی کتاب ہے۔ تیسری شری مد بھگوت گیتا ہے۔ جس میں اپنشدوں کا عطر کھینچ کر شری کرشن بھگوان نے کوروکشیتر کے میدان میں ارجن کو تعلیم دی ہے۔ یہ ایسی سرل عزیز کتاب ہے کہ گھر گھر پڑھی جاتی ہے ؛

ویدانت کا لٹریچر

ویدانت شاستر کا بیان صرف انہیں تین کتابوں میں نہیں ہے بلکہ کیا سنسکرت کیا اور زبانوں میں بیشمار کتابیں اس فلسفے پر لکھی گئی ہیں۔ شری شنکر آچاریہ کے نام سے پرستھان ترے کے بھاشیہ یا شرحیں مشہور ہیں۔ جو نہایت ہی لیاقت کی کتابیں ہیں۔ کچھ چھوٹی بڑی نظمیں بھی ان کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن تحقیقاً نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں کی ہیں یا اوروں کی۔ شنکر آچاریہ کے شاگردوں میں سے ایک تو آنند گری مشہور ہیں۔ جنہوں نے شنکر بھاشیوں پر لیاقت کی شرحیں لکھی ہیں اور ایک سریشور آچاریہ ہیں جنہوں نے بہدارنیک اور اور اپنشدوں پر نظم میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ شنکر آنند اور ودیارنیہ سوامی جو آنند مٹھ میں شنکر آچاریہ کی گدی پر چار یا پانچ سو برس بعد بیٹھے ہیں۔ ان تھک لکھنے والے تھے۔ اور ان کی متعدد نظم و نثر کی کتابیں آج تک مروّج ہیں۔ اٹھارہ سِدّھیاں مشہور ہیں۔ مثلاً سوُرج سِدّھی اددیت سِدّھی وغیرہ جو دقیق فلسفیانہ بحثوں سے بھری پڑی ہیں۔ ان کے علاوہ کھنڈن میں بہت سی کتابیں ہیں اور ہندیوں کے واسطے علیحدہ کتابیں ہیں۔ جن میں سے بعض نظم میں ہیں۔ بعض نثر میں بعض میں صرف اصول بیان ہوئے ہیں۔ بعض میں فلسفیانہ بحثیں ہیں۔ یوگ واشسٹ اور ویدانت سِدّھانت مکتاولی درشٹی سرشٹی اور ایک جیو واد میں لاجواب کتابیں ہیں۔ یہ سنسکرت کی کتابیں تھیں۔ ہندی میں نشچل داس کی بیچار ساگر اور برتی پربھاکر ہر دل عزیز کتابیں ہیں۔ سوامی چدگھنانند کی آتم پران۔ تتوانوسندھان اور گیتا بڑی لیاقت کی تصنیفات ہیں۔ اور سندر داس کی نظمیں مشہور ہیں۔ انگریزی میں سوامی دویکانند کی تصنیفات اپنے طرز میں لاجواب ہیں اور روزمرہ نئی نئی کتابیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ ہم نے ہر ایک زبان میں چند کتابوں کے نام دیدئے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ ہر ایک زبان میں سینکڑوں کیا ہزاروں کتابیں ملتی ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ یہ شاستر ہزاروں برس سے سوچنے والی طبیعتوں کو اپنا دلدادہ بناتا رہا ہے۔ ایسا ہر دل عزیز فلسفہ دُنیا کے پردے پر اور کوئی نہیں ہے ؛

پرستھان ترے کی عظمت

اُپنشد۔ برہم سُوترا اور گیتا قدیم الایام سے ہندوستان میں مستند کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ آج کل ان پر سب سے قدیم شرحیں جو دستیاب ہوتی ہیں۔ وہ شنکر آچاریہ کی ہیں۔ شنکر آچاریہ کے زمانے کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ اور محققوں کی رایوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ مسیح سے سو برس پہلے ہو گزرے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ساتویں مسیحی صدی میں تھے۔ ان سے بعد کی شرحیں رامانج کی ہیں۔ جو دسویں مسیحی صدی میں ہوئے ہیں۔ مدھو اچاریہ اور بلبھ آچاریہ ان سے بھی بعد کے شارح ہیں۔ ہمارے زمانے میں ایک طرف تو برہمو سماج والوں نے ان کتابوں پر اپنے عقائد کے مطابق ٹیکے لکھے ہیں۔ اور دوسری طرف آریہ سماج والوں نے ہر ایک معانی و مطالب کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ لیکن اس کھینچ تان سے ایک بات کی توضیح بخوبی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کتابوں کی عظمت طبایع میں جاگزیں ہے اور ہر ایک نئی پرانی مت والا چاہتا ہے۔ کہ اپنی مت کی توضیح ایسی قدیم کتب سے کرے جو قدیم الایام سے مستند شمار ہوتی چلی آئی ہیں۔ رامانج اپنے بھاشیہ میں برہم سوتروں کے کئی قدیم شارحوں کے حوالے دیتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شنکر آچاریہ اور رامانج کے زمانوں سے پہلے بھی ان کتابوں کی وہی عظمت تھی۔ جو آج تک چلی آتی ہے شنکر آچاریہ اور رامانج نے مطالب کو مانجھ مانجھ کر اپنی شرحوں میں آئینے کی طرح صاف کر کے دکھایا ہے۔ لیکن یہ فاسفہ ویدانت کے بانی نہیں ہیں۔ کیا فلسفہ ویدانت اور کیا پرستھان ترے بہت پرانی اور مستند چیزیں ہیں۔ جو ہندوؤں کی میراث آبائی ہیں ؎

ویدانت کی قدامت

ویدانت اتنا ہی پرانا شاستر ہے۔ جتنے خود وید ہیں۔ جو شخص اپنشدوں کو وید کا حصّہ مانتے ہیں۔ انہیں تو اس کی قدامت میں انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں جو اصحاب آجکل اپنشدوں کو وید کا حصّہ نہیں تسلیم کرتے۔ اتنا انہیں بھی ماننا پڑتا ہے کہ ایشوپنشد رگ وید کا جو دنیا کی سب سے قدیم کتاب ہے آخری ادھیاے ہے۔ خود وید کی رچاؤں میں بیج روپ سے اُپنشدوں کی تعلیم موجود ہے۔ مثلاً آپستمبہ سوکت بعینہ اُپنشد کی ادھیاے معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان سے باہر چلیں تو اور تماشہ نظر آتا ہے۔ اُپنشدوں کی یہ تعلیم کہ "ایکو برہم دوتیو ناسنی" یعنی ایک برہم ست ہے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ یہ پارسیوں میں ملتی ہے۔ قدیم مصریوں میں ملتی ہے۔ قدیم یونانیوں

میں ملتی ہے۔ اسیریا۔ فنشیا۔ کارتھیجنا۔ اطالیہ۔ قدیم چین اور موسائی عیسائی مذہبوں کی اصل اصول بھی یہی ہے۔ مسلمانی ممالک میں صوفیوں کی یہی تعلیم ہے۔ غرض معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحدت وجود ایک عالمگیر مذہب ہے جو قدیم الایام سے سوچنے سمجھنے والی طبیعتوں کا مسلک رہا ہے۔ مذہب کی ہمیشہ دو صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک بیرونی جو عوام النّاس کے واسطے ہوتی ہے۔ اور جس میں اعمال و رسوم پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اور دوسری اندرونی جس میں مذہب کا باریک فلسفہ اور ماہیئت اشیا سے بحث ہوتی ہے۔ یہ خواص سے مخصوص ہے۔ مسئلہ وحدت وجود مذہب کی اندرونی صورت ہے جو دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور فلسفوں میں کہیں ظاہر اور کہیں مخفی ملتی ہے۔ اختلاف زبان و مکان کے ساتھ اس کے فروعات میں بہت کچھ اختلاف دیکھا جاتا ہے۔ لیکن اصولیہ باتیں آسانی سے پہنچائی جاتی ہیں۔ کہ سب جگہ ایک ہیں۔ اس مضمون پر ارباب تصوف کی تحقیقات قابل داد ہے۔ اُنھوں نے ہر ایک مذہب کی پُرانی کتابوں سے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔

"باقی پھر"

رُباعیات

ازقلم شری ہر کرشن لال جی کرشن

مٹا کر بھی وہ خود کو اِسطرح کچھ غم نہیں کرتے
کہ جیسے مرنے والے اپنا خود ماتم نہیں کرتے
اسی گلشن میں ایسے گل بھی ہیں مرجھا تو جاتے ہیں
مگر پیاسی زباں سے شکوۂ شبنم نہیں کرتے

فلسفۂ ویدانت

شری ۱۰۸ سوامی شیوانند جی سرسوتی

۱

عام لوگوں کا خیال ہے۔ کہ "ویدانت" وہ فلسفہ ہے جو صرف ہندوؤں کی مُتبرک کُتب ویدوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں 'وید' سے مطلب 'گیان' ہے۔ کتاب نہیں۔ لفظ 'وید' سنسکرت دھاتو 'وِد' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جاننا۔ پس ویدانت کے لفظی معنی گیان کا انت یا آخر ہے۔ چونکہ یہ فلسفہ بتاتا ہے۔ کہ وہ انت یا آخر کیا ہے۔ اور کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ اِسلئے اسے ویدانت کہتے ہیں۔

ویدانت وہ وسیع فلسفہ ہے۔ جو جیون کی ایکتا سکھاتا ہے۔ یہ وہ اعلےٰ گیان ہے جو بڑے جوش اور حوصلہ کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے۔ کہ یہ چھوٹا سا جیو یا انسان اننت برہم کا ہی روُپ ہے۔ یا دونوں یکساں اور ایک روُپ ہیں۔ یہ وہ شاندار فلسفہ ہے۔ جو من کو فوراً ہی ایشوری شان و شوکت کی عالی بلندیوں تک اُٹھالے جاتا ہے۔ جو انسان کو بالکل بیخوف بنا دیتا ہے۔ اور ان تمام بندھنوں کو جو انسان کو انسان سے جُدا کرتے ہیں۔ توڑ دیتا ہے۔ اور تکلیف زدہ مخلوق میں شانتی۔ امن۔ اتفاق۔ پریم۔ پیدا کر کے سچا آنند بخشتا ہے۔ یہی ایک فلسفہ ہے۔ جو سب میں ایک آتما کے اُصول پر ہندو مسلمان۔ عیسائی یہودی۔ انگریز۔ جاپانی۔ پارسی اور چینی کو سچ مُچ بیرونی طور پر ہی نہیں بلکہ دِلوں سے مِلا کر ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر کھڑا کر سکتا ہے۔ اگر ٹھیک طور پر سمجھ کر عمل میں لایا جاوے تو ویدانت ہی دُنیا میں جنگ اور لڑائیوں کو روک سکتا ہے۔ اور اُن تمام نااتفاقیوں۔ جھگڑوں اور پھوٹ وغیرہ کو مِٹا سکتا ہے۔ جو مختلف قوموں اور فرقوں میں پائی جاتی ہے۔ دُنیا بھر کے فلاسفروں کو اس عظیم الشان فلسفہ کے آگے نہایت ادب اور انکساری کے ساتھ سر جھکانا چاہیئے۔ شری شنکر آچاریہ۔ دتاتریہ۔ یاگیہ ولک وغیرہ نے یہی گیان دُنیا میں پھیلایا تھا۔ سوامی رام تیرتھ نے بھی امریکہ میں اس بے نظیر فلاسفی کا پرچار کیا تھا۔

ویدانت اس سنسار یا جیون کے خوفناک میدان جنگ کے زخمیوں اور دکھیوں کے لئے ایک مقناطیسی مرہم ہے۔ یہ ایک خدائی سُرمہ ہے۔ جو اگیان کے موتیا بند کو ناش کر کے گیان کی نئی آنکھیں عطا کرتا ہے۔ یہ پرم آنند۔ شانتی اور امرتا کی لا محدود بلندیوں تک پہنچنے کے لئے سیدھی شاہی سڑک ہے

ویدانت اُن لوگوں کے لئے جو تینوں اگنیوں سے جل رہے ہیں - اور اس جیون کی پانچوں ویادھیوں سے دُکھی ہیں - ایک حیران کن طلسمی دوا ہے - یہ ایک سنجیونی بوٹی ہے - جو مرتے ہوئے آدمی میں دوبارہ جان ڈال دیتی ہے - یہ انسان کو فوراً ہی راجاؤں کے راجا - بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاؤں کے شہنشاہ کے رُتبہ پر پہنچا دیتا ہے - خواہ اُس کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہ ہو - اور چیتھڑوں میں ملبوس ہو - یہ سچّی اندرونی طاقت بخشتا ہے - یہ حوصلہ دِلاتا ہے - ہمت بڑھاتا ہے - جوش دِلاتا ہے - طاقت دیتا ہے - اور نئی رُوح پھونکتا ہے یہ دنیاوی تکلیفوں کی جڑ اگیان کا ناش کرتا ہے - اور جنم مرن کے ہمیشہ چلنے والے چکر کو ختم کر کے امرتا آنند اور لا انتہا گیان دیتا ہے - یہ مایوسوں کو اُمید - کمزوروں کو طاقت - ناتوانوں کو قوت اور پژمُردہ دِلوں کو راحت اور خوشی بخشتا ہے -

ویدانت ویدوں اور اُپنشدوں کا مذہب ہے - یہی ایک عالمگیر مذہب ہے یہ شرتیوں کی تعلیم کا سار ہے - اِس کا اظہار اپنشدوں کے مہاواکیہ مثلاً "تت توم اسی" "اہم برہم اسمی" وغیرہ وغیرہ میں کیا گیا ہے - ویدانت کہتا ہے "اے چھوٹے خیال کے چھوٹے اِنسان اپنے آپ کو یہ فانی اور ناش ہو جانے والا جسم یا شریر مت سمجھ - خودی اور میرا پن چھوڑ دے - اپنے بھائی یا پڑوسی سے نفرت نہ کر - اسے اپنی مطلب براری کے لئے استعمال نہ کر - وہ تیرا اپنا ہی آتما ہے - سب میں ایک ہی آتما ہے - وہی بادشاہ میں - کسان میں - چیونٹی میں - کُتّے میں - آدمی میں - عورت میں - بھنگی میں اور چمار میں ہے - یہ اصلی حقیقت ہے من جُدا کرنے والی - تفریق پیدا کرنے والی چیز ہے - یہ للچاتا ہے - اور گمراہ کرتا ہے اس شرارتی من کو مارو - اندریوں اور خواہشات کو جو تمہیں بیرونی اشیاء کی طرف کھینچتی ہیں - قابو میں کرو - اصلی منبع پر من کو ٹکاؤ - اپنے شریر اور من سے اوپر اُٹھو - ست اور است میں تمیز کرنا سیکھو - ابناشی - ادویت - منور - قائم الذات کے ساتھ اپنی یکسانیت محسوس کرو - ایک کو سب میں دیکھو سب کو ایک میں دیکھو - تمام دُکھ دُور ہو جائیں گے"

ویدانت کی تعلیم ہے - کہ ایک ہی آتما یا برہم ہے - جو ماضی - حال اور مستقبل میں قائم رہتا ہے جس کا آغاز انتہا یا درمیانی حصہ کوئی نہیں - جو ہر شے کا سہارا ہے - اور جو مجسّم گیان - راحت - آنند ہے اپنشدوں کے رشیوں نے اپنے انوبھو اور تجربات کو نہایت شاندار - فصیح اور پُر زور الفاظ میں بیان کیا ہے - انہوں نے بڑے لمبے ابھیاس اور زبردست کشمکش کے بعد رُوحانی اور مانسک تجربوں کو جنتا کے سامنے رکھا ہے - یہ سب اُپنشدوں یا ویدوں کے گیان کانڈ میں درج ہیں - یہی فلسفہ ویدانت کا مضمون ہیں -

امریکہ کے لوگ آجکل ویدانت کے مطالعہ اور عمل میں بڑی دلچسپی اور شوق کا اظہار کرتے ہیں - یورپ میں بھی ویدانت جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے - کیونکہ یہی فلسفہ سچی شانتی دے سکتا ہے - شوپن ہور نے ایک دفعہ کہا تھا - کہ ویدانت میری زندگی کی راحت رہی ہے - اور ویدانت ہی

میری موت کے وقت میری راحت ہوگی۔" مغرب کے فلاسفروں نے اس فلسفہ کی قدر و قیمت کو اب پہچانا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ "ہم جنم سے عیسائی ہیں۔ لیکن ویدانت کی سچائی کے معتقد رہیں۔ جب شانتی اور راحت کے لئے روح تڑپتی ہے۔ وہ ہمیں مشرق کی ویدانت فلاسفی ہی سے مل سکتی ہے ہم اُپنشدوں کے مہان رشیوں اور منیوں کے آگے مودبانہ سر جھکاتے ہیں۔

اگرچہ ویدانت سیدھا شاہی راستہ ہے۔ جو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن یہ سب کے لئے یکساں طور پر تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح ادھیکاریوں میں فرق ہے۔ اسی طرح سادھن بھی مختلف ہیں۔ چار قسم کے جگیاسو ہوتے ہیں۔ کرم میں شردھا رکھنے والے، بھگتی مارگ پر چلنے والے۔ عارفانہ طبیعت والے اور منطقی۔ عام گرہستی لوگوں کے لئے جو دنیا کے کاروبار میں بہت مشغول رہتے ہیں اور جن کے من میں پوری شُدھتائی نہیں اُن کو ہمیشہ کرم یوگ تجویز کرنا چاہیئے۔ جن لوگوں کو بھگتی میں آنند آتا ہے۔ اور جن کے من پریم سے بھرپور ہیں۔ اُن کے لئے بھگتی مارگ ہے۔ ورکتوں (عارفوں) کے لئے راج یوگ ہے۔ اور گیان یوگ۔ یا ویدانت اُن کے لئے ہے۔ جو دلیل۔ بدھی۔ دماغ اور سوچ و چار سے زیادہ کام لیتے ہیں۔

وچار کا طریقہ مثلاً یہ سوچنا کہ "مَیں کون ہوں" صرف اسی شخص کو فائدہ دے سکتا ہے۔ جس کا من کشیپ سے بری اور شُدھ ہے اور جس کو نہایت باریک اور تیز سمجھ اور زبردست مانسک شکتی عطا ہوئی ہے۔ یہ سب کے لئے نہیں ہے۔ یہ صرف چیدہ چیدہ اُن چند لوگوں کے لئے ہے۔ جو ویدانت کو سچ مچ ٹھیک طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ اور انو بھو کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ طالب علم جس کو ویدانت کا گیان ہے۔ جو ویدانت کی مختلف پرکریا حصہ پنچ کارن۔ مختلف یگیتاں مثلاً انوے ویتریک۔ بھاگ تیاگ لکشنا مسئلہ نیتی (नेति) "یہ نہیں ہے" وغیرہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ وہی ٹھیک طور پر یہ وچار کر سکتا ہے۔ کہ "میں کون ہوں"۔ ایسا ودوان آدمی ہی اپنے آپ کو بیرونی شریر سے علیحدہ کر کے اصلی "میں" یعنی آتما ست چت آنند برہم یا شُدھ چیتنیہ برہم سے وابستہ کر سکتا ہے۔ لیکن بہت سے ہوشیار اور سمجھدار لوگوں کو من کی اصلی خصلت کا ہی پتہ نہیں ہوتا۔ وہ شریر۔ من اور زندگی کو ہی "مَیں" سمجھ لیتے ہیں۔

ایک نئے ابھیاسی کے لئے تھوڑی سی خوراک کی باقاعدگی ضروری ہے۔ یہ اُسے سادھن اور خیالات کو قابو میں رکھنے میں مدد دیتی ہے۔ لیکن اسے احمقانہ سخت تپسیا کی شکل نہیں اختیار کر لینی چاہیئے۔ یہ کمزوری پیدا کرتی ہے۔ اور سادھن میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے جب روحانی عملوں پر حاوی ہو جائے۔ اور دھیان یا سمادھی لگ جاوے۔ تب کوئی خوراک کھائی جا سکتی ہے :-

ویدانتی اصولوں پر وچار کرنے کا طریقہ مثلاً "میں مجسم صحت ہوں" یا "میں کون ہوں" سب بیماریوں کو دور کرنے اور پوری صحت حاصل کرنے کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ یہ جسم کو نہایت قوی بنا دیتا ہے۔ یہ

یہ تمام جسمانی تربیت کا بادشاہ ہے۔ لیکن بہت لوگ یہ عمل کرتے ہوئے بھی فائدہ حاصل نہیں کرتے کیونکہ اُن کی قوت ارادی کمزور ہے۔ اور سادھن میں غلطیاں کرتے ہیں۔ وہ من۔ دنیا اور سنسار کے منبع "آتما" یا "میں" کا اصلی وسیع اور لامحدود تصوّر نہیں باندھ سکتے۔ وہ کچھ بے سر وپا گول مول۔ سا خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ میں نے بہت سے اچھے ویدانتیوں کو دیکھا ہے۔ جو برہم انوسندھان یعنی انوسندھان اور "میں کون ہوں" کا وچار کرتے ہیں۔ ان سب کی صحت بہت کمزور ہے اور ان میں حرارت عزیزی کم ہے۔ تمام سال بھرا نہیں کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ وہ متواتر اور پُر زور سادھن کرنے کے ناقابل ہیں اس لئے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو اوپر لکھے ہوئے طریقہ سے صحت حاصل نہیں کر سکتے۔ آسن اور پرانایام تجویز کیا کرتا ہوں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسن اور پرانایام اور وچار کا عمل ان کا میل ٹھیک نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ بہت اچھا جوڑ ہے۔ پرانایام کا عمل من کو یکسو بناتا ہے۔ اور طالب علم کو بغیر رکاوٹ کے وچار کرنے میں مدد دیتا ہے۔ بہت سے لوگ اسی طریقہ سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

• صرف وہی شخص جس نے چت شدھی کی ہے آتما کی اندرونی آواز سُننے کے قابل ہو سکتا ہے۔ اگر شدھی نہیں تو وہ من یا خواہشات کی آواز کو ہی ضرور آتما کی آواز خیال کرے گا۔ وہ غلط راستہ پر چلے گا۔ اور اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارے گا۔ گیان یوگ کے راستہ پر چلنے کے لئے شروع شروع میں ایک انوبھوی گورو کی مدد بہت ضروری ہے۔

• آجکل لفظ "ویدانت" کا بہت غلط اور ناجائز استعمال ہو رہا ہے۔ ہر قسم کا غرور۔ ابھیمان۔ ظاہرداری اور فریب اس نام کی آڑ میں پل رہا ہے۔ آجکل ویدانتی بننا فیشن ہو گیا ہے۔ چونکہ یہ ہر قسم کی ذمہ داریوں رسم و رواج اور ورن آشرم دھرم کے بندھنوں سے نجات دلاتا ہے اور آرام سکھ شانتی کی زندگی گذارنے کے قابل بناتا ہے پنجاب میں خصوصاً خشک باتونی ویدانتی بہت زیادہ ہیں۔ پنجاب کی عورتیں بھی ویدانتی بننے لگی ہیں۔ اور ایسا کہلانے میں فخر سمجھتی ہیں۔ خواہ انہیں ویدانت کی سمجھ ہو یا نہ ہو یا اس پر عمل نہ کر سکتی ہوں۔ تمام پنشن یافتہ افسر جنہوں نے ساری عمر کوئی نشکام سیوا سادھن۔ پوجا یا خیرات نہیں کی۔ شوق یا شغل کے طور پر ویدانت پڑھتے ہیں۔

• عام لوگوں میں ہر ایک کے لئے ہی ویدانت کا پرچار ٹھیک نہیں۔ یہ ان میں خوف۔ گڑبڑ اور سستی پیدا کر دے گا۔ ویدانت کے اصولوں کو سمجھنا اور سادھن کرنا بہت مشکل ہے ویدانت بہت تھوڑے لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے لگاتار ابھیاس۔ نشکام کرم اور اُپاسنا سے اپنے من کو اچھی طرح شدھ کر کے اس پر پورا قابو حاصل کر لیا ہے۔ ویدانت کا راستہ اتنا آسان نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ اُسترے کی تیز دھار پر چلنے والی بات ہے ؛

• سوہم "شیوہم" یا "اہم برہم ہوں" طوطے کی طرح کہہ لینا بہت آسان ہے۔ لیکن ویدانت کے اصلی

منشا کے مطابق رہنا۔ سب میں ایک آتما کا انوبھو کرنا۔ سچ مچ برہم بننا اور ایشوری آنند و خوشی کی شعاعیں پھیلانا یقیناً بہت مشکل ہے اگر ایک آدمی "سوہم" کا جاپ کرتا ہے۔ لیکن کسی سے سخت لفظ سننے پر ہی اُس کا من بے قابو ہو جاتا ہے اور وہ اُس شخص سے لڑنا شروع کر دیتا ہے تو اُس کے جاپ کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ صرف ظاہر داری یا دکھاوا ہے وہ اور لوگوں پر اثر نہیں ڈال سکے گا۔ لوگ اُسے دھوکا باز خیال کریں گے۔

• ویدانت کسی دوزخ یا نرک میں یقین نہیں رکھتا۔ یہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ گنہگار ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔ اور آگ کی جلتی ہوئی بھٹیوں میں پھینکے جائیں گے۔ اس کے برعکس یہ بڑے سے بڑے گنہگار کو لا انتہا اُمید اور حوصلہ دیتا ہے کہ وہ بھی اپنے کھوئے ہوئے وراثتی برہم پن کو حاصل کر سکتا ہے۔ ویدانتی جنہوں نے آتم گیان حاصل کیا ہے۔ اپنے شاگردوں کو ان پُرجوش الفاظ میں مخاطب کیا کرتے ہیں "اے امرتا کی سنتان۔ دُکھی نہ ہو۔ چنتا مت کر۔ ویدانت میں پاپ یا جرم کوئی چیز نہیں۔ پاپ یا گناہ بچپن کی حالت میں جدوجہد کرتی ہوئی آتما سے سرزد غلطی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ اپنی آنکھیں کھول۔ جاگ۔ اگیان کو دور کر۔ موکش کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حاصل کر۔ مہا واکیہ "تت توم بسی" کو سُن اور غور کر ست چت آنند سروپ میں قائم رہ۔ تو یہ ناشوان جسم نہیں۔ تو یہ گمراہ کرنے والا اور ہمیشہ بدلنے والا من بھی نہیں۔ تو امر آتما ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس لئے کھڑا ہو سچائی کو انوبھو کر۔ ہر جگہ اس کا پرچار کر" ؎

ہمہ اوست

حکیم رمیلا داس جی منتظم شفاخانہ کلیہ صحت بادشاہ پور

کعبہ میں اور بت خانہ میں — ذی ہوش میں اور دیوانہ میں
ساقی میں اور پیمانہ میں — زلفِ سیاہ اور شانہ میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

گلشن میں اور گلزار میں — اور وادئ پُر خار میں
بلبل کے نغمہ زار میں — شمس و قمر ستار میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

بسمل میں اور صیاد میں — مظلوم کی فریاد میں
مقتول میں جلاد میں — آباد غیر آباد میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

قاصد میں اور مقصود میں — شاہد میں اور مشہود میں
ظاہر میں اور مفقود میں — موجود اور لاموجود میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

اقرار میں انکار میں — خاموشی اور گفتار میں
ہر کوچہ و بازار میں — اغیار میں دلدار میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

عالم میں اور مجہول میں قاتل میں اور مقتول میں
عامل میں اور معمول میں معقول نا معقول میں
میں نے صنم دیکھا تجھے

ناظر میں اور منظور میں ظاہر میں اور مستور میں
موجود میں مفرور میں ظلمات میں اور نور میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

دریاؤں اور انہار میں میدان اور کوہسار میں
دوپہر اور شب تار میں آب رواں اور نار میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

ظالم میں اور مظلوم میں خادم میں اور مخدوم میں
حاکم میں اور محکوم میں قاسم میں اور مقسوم میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

کم ہمتی استقلال میں راحت میں اور ملال میں
آبادی میں جنجال میں دن - رات - ماہ و سال میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

ہر بحر و بر میدان میں طیور خوش الحال میں
دانا میں اور نادان میں دل میں جگر میں جان میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

طیور کے پرواز میں کوئل - پپیہا - باز میں
نازک ادا کے ناز میں کنجوس میں اور فیاض میں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

جب ہر جگہ ہے دھیان مُضطرؔ پھر کیسی ایں و آں
ہو منکشف راز نہاں رازِ نہاں کر یوں بیاں
مَیں نے صنم دیکھا تجھے

رسالہ ”اوم“ دِلّی

کا

دھرم پرچار پرکاشن

”اوم“ پریمیوں کی سہایتا سے ”دھرم پرچار پرکاشن“ کے انترگت مندرجہ ذیل پستکیں شائع کی گئی ہیں:-

۱- بالمیکی رامائن حصہ اوّل-
۲- شریمد بھگوت گیتا کا سنکھشپت پاٹھ-
۳- یوگ ابھیاس اور گائیتری جاپ-
۴- گوبند اُپدیش-

اِن دنوں نئے بننے والے رسالہ ”اوم“ کے سالانہ خریداروں کو ہم مندرجہ بالا چاروں پستکیں مُفت بھینٹ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بالمیکی رامائن کا دوسرا حصہ خاص رعایتی قیمت پر دیا جا رہا ہے۔ بالمیکی رامائن ”حصہ سوئم“ بھی شائع ہونے پر اُنہیں رعایتی قیمت پر دیا جائے گا۔ جس کا اعلان صفحہ ۷۲ پر کیا گیا ہے۔

”اُپنشد“

بالمیکی رامائن حصہ سوئم کے بعد ہمارا ارادہ ”اُپنشد“ شائع کرنے کا ہے۔ اُس کے متعلق مفصل پروگرام کا اعلان ہم رسالہ ”اوم“ کے کسی آئندہ شمارہ میں کریں گے ؀

بالمیکی رامائن سنکھشپت

بالمیکی رامائن میں کل سات کانڈ ہیں ——— بال کانڈ، اجودھیا کانڈ، ارنیہ کانڈ، کشکندھا کانڈ، سُندر کانڈ، یدھ کانڈ اور اُتر کانڈ۔

بالمیکی رامائن حصّہ اوّل میں بال کانڈ اور اجودھیا کانڈ شائع ہوئے ہیں۔ اس کی قیمت گیارہ روپے ہے لیکن یہ حصّہ رسالہ "اوم" کے خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی "مفت" بھینٹ کیا جاتا ہے۔

بالمیکی رامائن حصّہ دوئم میں ارنیہ کانڈ اور کشکندھا کانڈ شائع ہوئے ہیں۔ اسکی قیمت آٹھ روپیہ مقرر ہے مگر رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کو ۳۰ جون ۱۹۷۶ء تک یہ حصّہ صرف چار ۴ روپیہ میں دیا جائیگا۔ رجسٹری ڈاک خرچ دو ۲ روپے علاوہ ہوگا۔ وی۔ پی منگوانے پر ایک روپیہ زائد۔

یکم جولائی ۱۹۷۶ء کے بعد حصّہ دوئم کی رعائتی قیمت پانچ ۵ روپے۔ علاوہ ڈاک خرچ ہوگی۔

بالمیکی رامائن حصّہ سوئم کی لکھائی چھپائی کا کام شروع ہے۔ اس میں سُندر کانڈ، یدھ کانڈ اور اُتر کانڈ شائع کئے جائیں گے۔ اسکی قیمت چودہ ۱۴ روپے مقرر ہوگی لیکن شائع ہونے پر یہ حصّہ رسالہ "اوم" کے سالانہ خریداروں کی خدمت میں صرف آٹھ ۸ روپے علاوہ دو ۲ روپے ڈاک خرچ کل مبلغ دس ۱۰ روپے کیلئے وی پی کیا جائے گا۔ بعدازاں رعائتی قیمت دس ۱۰ روپے علاوہ ڈاک خرچ وصول کی جائے گی۔ اس لئے جو سجن رسالہ "اوم" کے سالانہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ انہیں موجودہ رعایت سے مستفید ہونے کے لئے اپنا چندہ جلد ہی بھیج دینا چاہیئے ——— گذشتہ اعلان کے مطابق ہماری اپیل پر جن "اوم" پریمیوں نے بالمیکی رامائن کے آخری حصّہ (دوئم اور سوئم) کی رعائتی قیمت بمعہ ڈاک خرچ ہمیں پیشگی ارسال کر دی تھی۔ اُن کی خدمت میں حصّہ دوئم بذریعہ رجسٹری بھیج دیا گیا تھا۔ اور حصّہ سوئم بھی شائع ہونے پر بذریعہ رجسٹری ارسال کر دیا جائے گا۔ اس امداد اور حوصلہ افزائی کے لئے ہم اُن کے تہ دل سے شکر گذار ہیں۔

"منیجر"

ضروری نوٹ:- رسالہ "اوم" کے نئے بننے والے خریدار سالانہ چندہ اٹھائیس ۲۸ روپے کے ساتھ ہی بالمیکی رامائن حصّہ دوئم کی رعائتی قیمت چار ۴ روپے کل مبلغ بتیس ۳۲ روپے بھیجکر دو ۲ روپے ڈاک خرچ کی بچت کر سکتے ہیں ——— انہیں سالنامہ "یوگ انک"، "گیتا پاٹھ"، "یوگ ابھیاس"، "گوبند اپدیش" اور "بالمیکی رامائن" حصّہ اوّل کے ساتھ ہی حصّہ دوئم بھی ارسال کر دیا جائے گا۔

"منیجر"

MAY 1976 Regd.No. of the Newspaper R.No. 660/57
VOl 44 Monthiy 'OM' Delhi P. O. Regd.No.D(D)-68